﴿......اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَحْمُوْداً﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۷ جمعۃ المبارک ۱۷؍مارچ ۲۰۰۰ء شمارہ ۱۱

۱۰؍ذوالحجہ ۱۴۲۰ ہجری ☆ ۱۷؍امان ۱۳۷۹ ہجری شمسی

اللہ کی نظر دلوں پر ہے

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی خوبصورتی نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری شکلیں دیکھتا ہے۔ اس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال پر ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے

”حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ مونہہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہ ہو، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے۔ یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کا طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہئے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشقِ الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہئے اور کوئی غرض باقی نہیں“۔ (ملفوظات جلد پنجم (طبع جدید) صفحہ ۱۰۲-۱۰۳)

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم پڑ جائے تو مسکین کو کھانا کھلا

ہمسائیگی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ امیروں کو چاہئے کہ اگر ارد گرد غریب نہ دیکھیں تو غرباء کی بستیوں میں جا کر ان کی کچھ مدد کریں

مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو

احمدیوں کو خاص طور پر ان نیکیوں کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھانا چاہئے

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۳؍مارچ ۲۰۰۰ء)

لندن (۳؍مارچ ۲۰۰۰ء): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آیت قرآنی ﴿وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ....الخ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ آیت وہی ہے جو اس سے پہلے بھی میں نے حقوق کے تعلق میں پڑھی تھی اور اس کے ابتدائی حصّوں کے متعلق خطبات دے چکا ہوں۔ اب صرف تین مضامین ایسے ہیں جن پر کچھ مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ مساکین کا حق، ہمسایوں کا حق اور زیر نگیں ملازموں کا حق۔ حضور ایدہ اللہ نے آیت کریمہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد مختلف احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات ان امور سے متعلق پڑھ کر سنائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی سخت دلی کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم پڑ جائے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر دست شفقت رکھ۔ حضور ایدہ اللہ نے مساکین کے تعلق میں اصحاب الصفہ کا بھی ذکر فرمایا اور بتایا کہ کس طرح وہ مسکینی کی حالت میں مسجد میں رہتے تھے اس لئے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ سن سکیں۔ حضور نے فرمایا کہ کبھی بھی مسکینوں کو پھٹے پرانے کپڑے نہیں دینے چاہئیں اور نہ ایسا کھانا دینا چاہئے جسے وہ خود نہ کھا سکتے ہوں۔ حضور ایدہ اللہ نے حدیث کے حوالہ سے یہ بھی بتایا کہ جنت میں زیادہ تر مسکین و غریب لوگ ہونگے۔ ایک صحابی جو مساکین سے ملتے جلتے، ان میں اٹھتے بیٹھتے اور ان کی ضروریات کا خاص طور پر خیال رکھا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھ دی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ احادیث میں مساکین کے متعلق بہت گہرا اور وسیع مضمون موجود ہے۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے ہمسایوں سے متعلق بعض احادیث نبویہ پیش کیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس ضمن میں کچھ باتیں پہلے خطبات میں بیان ہو چکی ہیں اور ان کی تکرار ہو گی لیکن یہ تکرار اچھی ہے۔ اس کے نتیجہ میں نئی نسلوں کے دلوں اور ذہنوں میں باتیں زیادہ اچھی طرح جانشین ہوتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہمسایہ کے متعلق جبرئیل نے مجھے بار بار وصیت کی یہاں تک کہ میں سمجھا کہ شاید اسے وارث قرار دے دیا جائے۔

حضور اکرمؐ سے دریافت کیا گیا کہ میرے دو ہمسائے ہیں ان میں سے کس کا حق فائق ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس کا دروازہ قریب تر ہے۔ آپؐ نے نصیحت کی

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

اس زمانے کا حصن حصین

سیدالمرسلین، خاتم النبیین حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے آخری زمانہ میں مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ظہور کی بشارتیں دیتے ہوئے ایک موقعہ پر حضرت سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو ان میں سے ایک مرد (اور ایک روایت میں ہے کچھ مرد) اسے واپس لے آئیں گے۔ حضور اکرمؐ کے اس ارشاد گرامی میں دراصل اس زمانے کی حالت کا نقشہ بھی بیان فرمادیا گیا ہے جس میں آپؐ کے اس عظیم روحانی فرزند نے ظہور فرمانا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امن اور ایمان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جب ایمان باللہ دنیا سے اٹھ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے امن بھی اٹھ جاتا ہے۔ گناہوں کی کثرت، فسق و فجور، فتنہ و فساد اور ہر قسم کے ظلم و ستم عام ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں بے چینی و انتشار پیدا ہوتا ہے، گھر ٹوٹتے ہیں، سوسائٹی بکھر جاتی ہے، اتفاق و اتحاد کی بجائے باہم لڑائیاں اور تفرقہ پردازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ جان، مال اور عزت کا تحفظ ختم ہو جاتا ہے اور صرف قلبی و روحانی سکون ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ روزمرہ کے ظاہری و مادی حالات بھی نہایت تکلیف دہ اور اذیتناک ہو جاتے ہیں۔ پس حضور اکرم ﷺ نے دراصل یہ بشارت دی تھی کہ ایسے بے امنی اور پرفساد حالات میں وہ جوانمرد ظاہر ہوگا اور ایمان کو ثریا سے واپس لاکر لوگوں کے دلوں میں قائم کرے گا اور جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجُوْرًا" وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ اس سے پہلے وہ ظلم و تعدی سے اٹی پڑی تھی۔ چنانچہ ایسے ہی پرآشوب زمانہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا ظہور ہوا اور آپؑ نے فرمایا:

"میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے......... سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو"۔ (کتاب البریہ صفحہ)

اسی طرح آپ نے فرمایا: "اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ جو دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت۔ مخلوق کے حقوق کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ جہاد کا نام رکھ کر نوع انسان کی خونریزیاں ہونگی۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ گویا وہ ایسی خونریزی سے ایک ثواب عظیم حاصل کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی کئی قسم کی ایذائیں محض دینی غیرت کے بہانہ پر نوع انسان کو پہنچائی جائیں گی......اور دوسری قسم ظلم کی جو خالق کی نسبت ہے وہ اس زمانہ کے عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو خالق کی نسبت کمال غلو تک پہنچ گیا ہے"۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں: "عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔.........اور محمد مہدی ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدائی توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کروں"۔ چنانچہ آپ نے ان عظیم الشان مقاصد کے حصول کے لئے تمام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہونگا۔ اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہونگے۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچادیا"۔ (سبز اشتہار)

آپ نے فرمایا کہ "اس زمانے کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی"۔ (فتح اسلام)

آپ نے نہ صرف اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے تازہ بتازہ نشانات اور خوارق و معجزات کے ذریعہ ہزارہا لوگوں کو زندہ خدا پر سچا اور کامل ایمان بخشتے ہوئے اپنی دعا اور توجہ کے ذریعہ ان کی زندگیوں میں پاکیزہ انقلاب بپا کر دیا اور انہیں باخدا اور خدا نما وجود بنادیا بلکہ آپ نے آئندہ کے لئے بھی یہ بشارت دی کہ جو بھی خلوص دل سے آپ کی پیروی کرے گا وہ بھی اس نعمت سے حصہ پائے گا۔

آپ فرماتے ہیں: "مذہب وہی مذہب ہے جو زندہ مذہب ہو اور زندگی کی روح اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور زندہ خدا سے ملاتا ہو۔ اور میں صرف یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کر کے اور خدا اور رسول پر سچی محبت رکھ کر میری پیروی کرے گا وہ بھی خدا تعالیٰ سے یہ نعمت پائے گا"۔

آپ نے اس جماعت کے قیام اور اس فرقہ کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" رکھنے کی حکمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: "...... مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے۔ اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔ سوائے دوستو آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو۔ اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اس نام میں برکت ڈالے"۔ (ضمیمہ تریاق القلوب)

آپ نے نہ صرف یہ دعا کی کہ "خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلّی ان کے دلوں سے نکل جائے۔ اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا ان کا ہو جائے"۔ بلکہ آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر یہ خبر دی کہ:

"خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے کہ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی"۔ (ازالہ اوہام)

یہ الٰہی وعدے، یہ بشارتیں جس عظمت اور شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں وہ ایک کھلی کھلی حقیقت ہے۔ یہی ایک جماعت ہے جس میں کیا گورے اور کیا کالے، کیا مشرقی اور کیا مغربی، کیا امیر اور کیا غریب دنیا کے ہر ملک سے، ہر خطہ سے تعلق رکھنے والے حق کے طالب اور سعید فطرت اور صلح پسند اور امن کے خواہاں جوق در جوق کھنچے چلے آرہے ہیں۔ لاریب آج کے پُرفتن اور پُرآشوب دور کی مہلک زہروں سے نجات اور ہر قسم کی انسانی خونریزیوں سے بچنے کے لئے روئے زمین پر یہی ایک حصن حصین ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس قلعہ میں صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ داخل ہو کر پورے دل و جان سے اس کی تعلیمات پر عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا وَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم۔

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

تھی کہ جب تم کوئی سالن پکاؤ تو شوربہ زیادہ کر لیا کرو اور اپنے ہمسایہ پر نظر ڈال کر اس کی ضرورت کا خیال رکھو۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل ترقی یافتہ ممالک میں تو ایسا ممکن نہیں۔ وہ لوگ ایسا پسند بھی نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ ان کے کھانے کی طرز بھی الگ ہو سکتی ہے اس لئے اس نصیحت کا اطلاق زیادہ تر غریب ملکوں پر ہوتا ہے لیکن وہاں ایک مشکل یہ ہے کہ امراء کی بستیاں الگ ہیں اور غرباء کی الگ۔ حضور نے فرمایا کہ چونکہ ہمسائیگی کا مفہوم بہت وسیع ہے اس لئے امیروں کو چاہئے کہ اگر ارد گرد غریب نہ دیکھیں تو غرباء کی بستیوں میں جاکر ان کی کچھ مدد کریں، انہیں کھانا وغیرہ دیں۔ اس طرح سے اس حدیث پر کچھ عمل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ دے۔

حضور ایدہ اللہ نے ملازموں اور مزدوروں سے متعلق احادیث نبویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے دن مخالف ہونگا۔ ایک وہ جس نے کسی کو میرے نام پر امان دی اور پھر اس کی مخالفت کی۔ دوسرے وہ جو کسی کی امانت کو بیچ کر کھا گیا اور تیسرے وہ جس نے کوئی مزدور رکھا اور پھر اسے اس کی اجرت نہ دی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باتیں پرانے زمانے کی نہیں بلکہ آج کل بھی ایسی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ امیر لوگ کام کرواتے ہیں اور پھر پیسے نہیں دیتے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ احمدیوں کو خاص طور پر ان نیکیوں کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھانا چاہئے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے مذکور بالا تینوں موضوعات سے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پڑھ کر سنائے اور مساکین، ہمسایوں اور ملازموں و مزدوروں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اِک بلندی کی طرف

سو سال قبل ۱۹۰۰ء میں جماعت کی تعداد قریباً تیس ہزار تھی۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ صرف ایک سال میں ایک کروڑ بندگان خدا اسلام احمدیت میں داخل ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ بتدریج ترقی پذیر ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماموریت کا پہلا الہام ۱۸۸۲ء میں ہوا تھا جس کے بعد آپ نے اشتہاروں وغیرہ کے ذریعہ تمام دنیا میں اپنے دعویٰ مجددیت کا اعلان فرمادیا۔ مگر چونکہ ابھی تک آپ کو بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے بیعت کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔ پھر جب ۱۸۸۸ء کا آخر آیا تو آپ نے خدا تعالیٰ سے حکم پاکر بیعت کا اعلان فرمایا۔

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا اس کے آخر میں "تبلیغ" کے عنوان سے تحریر فرمایا:

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچانا چاہتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کو چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچادیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے 'اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ .وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا. اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ . یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ . وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی'۔ المبلغ خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

شرائط بیعت

اس اعلان میں جن شرائط بیعت کا ذکر ہے وہ آپ نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار "تکمیل تبلیغ" میں شائع فرمائیں جو یہ ہیں:

اول ...... بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم ...... یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم ...... یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنالے گا۔

چہارم ...... یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم ...... یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم ...... یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم ...... یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم ...... یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم ...... یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم ...... یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت میں محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقات اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو"۔

شرائط بیعت کے اعلان میں تاخیر کا سبب

شرائط بیعت کے اعلان میں تاخیر کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

"یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں۔ جن کی تفصیل یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں نہیں لکھی گئی اور واضح رہے کہ اس دعوت بیعت کا حکم تخمیناً دس ماہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے لیکن اس کی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ میں داخل ہو جائیں اور دل یہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور جو کچے اور سریعُ التّغیر اور مغلوب الشّک نہیں ہیں۔ اس وجہ سے ایسی تقریب کی انتظار رہی کہ جو سچوں اور کچوں اور مخلصوں اور منافقوں میں فرق کر کے دکھلادے۔ .... اور تا جو لوگ اس ابتلاء کی حالت میں اس دعوت بیعت کو قبول کر کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں اور وہی ہمارے خالص دوست متصور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں انہیں ان کے غیروں پر قیامت تک فوقیت دوں گا اور برکت اور رحمت ان کے شامل حال رہے گی اور مجھے فرمایا کہ تو میری اجازت سے اور میری آنکھوں کے روبرو کشتی تیار کر۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور اپنے ربّ کریم کو اکیلا مت چھوڑو۔ جو شخص اسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ اکیلا چھوڑا جائے گا"۔

لودھیانہ اور ہوشیارپور کا سفر

حضرت اقدس ۱۸۸۹ء کے شروع میں لودھیانہ تشریف لے گئے اور ایک اشتہار کے ذریعہ احباب میں اعلان فرمایا کہ:

"تاریخ ہذا سے جو ۴ مارچ ۱۸۸۹ء ہے، ۲۵ مارچ تک یہ عاجز لودھیانہ میں مقیم ہے۔ اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودھیانہ میں ۱۰ تاریخ کے بعد آجاویں اور اگر اس جگہ آنا موجب حرج و دقت ہو تو ۲۵ مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوجائے"۔

بیعت اولیٰ
۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء

لودھیانہ میں بیعت لینے کے لئے آپ نے حضرت منشی صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان کو پسند فرمایا۔ حضرت منشی صاحب موصوف ایک نہایت ہی پاک باطن اور متقی انسان تھے۔ اس نواح میں ان کے سینکڑوں مرید تھے جو ان کے ساتھ حد درجہ اخلاص رکھتے تھے۔ حضرت اقدس کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ آپؑ پر ہزار جان سے فدا ہو چکے تھے۔ اور خواہشمند تھے کہ اپنا پیری مریدی کا سلسلہ ترک کر کے آپ کی بیعت کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور کو مخاطب کر کے یہ شعر بھی پڑھا تھا ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس وقت حضرت اقدس نے انہیں یہ جواب دیا تھا کہ ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا ہوں۔ لیکن جب حضرت اقدس نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

دار البیعت

حضرت منشی صوفی احمد جان مرحومؓ کے مکان کے جس حجرہ میں حضرت اقدس نے سب سے پہلے بیعت لی وہ دار البیعت کے نام سے موسوم ہوا۔ حضرت منشی صاحب مرحوم کی اولاد خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری کی ساری احمدیت میں شامل ہوئی۔

یوم البیعت

بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کے روز شروع ہوئی۔ حضرت اقدس کا منشا تھا کہ بیعت کنندگان کے اسماء مکمل پتوں کے ساتھ ایک رجسٹر میں محفوظ کر لئے جائیں۔ اس لئے حضور نے حکم دیا کہ ہر بیعت کرنے والا اپنا نام مع مکمل پتہ ایک کاغذ کے پرزہ پر لکھ کر دے دے۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس پر لکھا گیا:

بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت

اس رجسٹر میں بعض ابتدائی نام تو حضرت اقدس نے خود درج فرمائے لیکن پھر بعد کو مختلف اوقات میں بعض اور لوگوں نے بھی ان پرچیوں سے لے کر نام درج کئے۔ چونکہ پرچیوں پر نام ہونے کی وجہ سے بیعت کرنے والوں کی ترتیب محفوظ نہ رہ سکی۔ اس لئے اس بارہ میں کچھ اختلاف سا پیدا ہو گیا ہے کہ صحیح ترتیب کیا ہے؟ بہرحال اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حاجی الحرمین حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ تھے۔

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو سلسلۂ بیعت کے آغاز سے جماعت احمدیہ کا آغاز ہوا۔ اور پھر مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ پودا بتدریج بڑھتا اور نشوونما پاتا رہا۔ آج سے سو سال پہلے ۱۹۰۰ء میں جبکہ جماعت کے قیام پر گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا جماعت کی تعداد قریباً تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

جماعت احمدیہ کی ترقی اور اس کے اسباب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف 'سلسلہ احمدیہ' میں ۱۹۰۰ء تک جماعت احمدیہ کی ترقی اور اس کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"پہلے دن جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے لدھیانہ میں سلسلہ بیعت شروع فرمایا تو آپ کے ہاتھ پر چالیس آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ یہ مارچ ۱۸۸۹ء کا واقعہ ہے یہ چالیس احباب قریباً سارے کے سارے وہ لوگ تھے جو ایک عرصہ سے آپ کے اثر کے ماتحت آکر آپ کی صداقت اور روحانی کمال کے قائل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ آہستہ آہستہ جاری رہا حتی کہ ان اصحاب کی فہرست سے جو آپ نے ۱۸۹۶ء کے آخر پر تیار کی،

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں معروف بیعت کنندگان کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ اس فہرست میں استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر عورتوں اور بچوں کے نام شامل نہیں تھے اور نہ ہی غیر معروف احمدیوں کے نام شامل تھے جنہیں ملا کر اس وقت تک یعنی ۱۸۹۶ء کے آخر تک جماعت احمدیہ کی مجموعی تعداد ڈیڑھ،دو ہزار سمجھی جاسکتی ہے۔

یہ زمانہ جماعت کے لئے ایک نہایت سخت زمانہ تھا جسے ایک اونچے اور تیز ڈھال والے پہاڑ کی چڑھائی سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ بے شک جماعت کی ترقی کا قدم کبھی نہیں رکا لیکن اس خطرناک مخالفت کے مقابلہ پر جس نے جماعت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اس کی رفتار اس قدر دھیمی تھی کہ اس کے دشمن ہر آن یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بس یہ سلسلہ آج بھی مٹا اور کل بھی مٹا۔ اور خود حضرت مسیح موعودؑ کے لئے بھی یہ ابتدائی زمانہ سخت پریشانی اور گھبراہٹ کا زمانہ تھا۔ اور جماعت کی یہ رینگنے والی چال آپ کی بجلی کی طرح اڑنے والی روح کو بیتاب کر رہی تھی۔ مگر آپ جانتے تھے کہ ہر نبی کے زمانہ میں یہی ہوا کرتا ہے اور یہ کہ اس سخت امتحان میں سے گزرنے کے بغیر چارہ نہیں اور خود جماعت کی مضبوطی اور اخلاص کی ترقی کے لئے بھی یہ مخالفت ضروری ہے۔ پس آپؑ نے ہمت نہیں ہاری اور آپؑ کی فولادی میخیں آہستہ آہستہ مگر یقینی اور قطعی صورت میں آگے ہی آگے دھستی گئی حتی کہ اُس زمانہ میں جس کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں یعنی انیسویں صدی کے انتہاء اور بیسویں صدی کے آغاز میں جماعت احمدیہ کی تعداد حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے اندازے میں تیس ہزار کے قریب پہنچ چکی تھی۔ یہ تعداد جماعت کی ابتداء کے لحاظ سے کافی بڑی تعداد تھی مگر اس کے انتہاء اور اس کی غرض و غایت کے لحاظ سے اتنی بھی نہیں تھی جسے آٹے میں نمک کہا جاسکے اور ابھی آپ کا کام ایک فلک بوس پہاڑ کی طرح آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ یہ درست ہے کہ نبی کا کام صرف تخم ریزی کرنا ہوتا ہے مگر تخم ریزی کا کام بھی کچھ وقت لیتا ہے۔ اور پھر کونسا باغبان یہ خواہش نہیں رکھتا کہ وہ اپنی تخم ریزی کا تھوڑا سا ثمرہ خود اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لے۔ بے شک نبی کا کام نفسانیت پر مبنی نہیں ہوتا اور وہ اپنے بعد میں آنے والی ترقیوں کو بھی اسی نظر سے دیکھتا ہے جس طرح وہ اپنے وقت کی ترقیوں کو دیکھتا ہے مگر پھر بھی وہ انسان ہوتا ہے اور اس کا دل ان جذبات سے خالی نہیں ہوتا کہ ان ترقیوں کی تھوڑی سی جھلک اُسے بھی نظر آجاوے۔ یقیناً وہ مٹی میں چھپے ہوئے بیج کو بھی ایک درخت کی صورت میں دیکھتا ہے مگر اس کے بشری جذبات کا دل اس خواہش سے بالا نہیں ہوتا کہ میں کم از کم اس بیج کو مٹی سے باہر نکلتا ہوا تو دیکھ لوں۔ یہ وہ جذبات تھے جو ان دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے دل و دماغ پر غلبہ پائے ہوئے تھے اور اس تیز رو سوار کی طرح جس کے گھوڑے کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہوں آپ ان زنجیروں کو توڑ کر ہوا ہو جانے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ خدا نے اپنے فضل سے آپ کو اس دن کی تھوڑی سی روشنی دکھا بھی دی کہ جب آپ کی تیار کردہ جماعت اڑنے کے قابل تو نہیں مگر تیز رفتاری سے چلنے کے قابل ہو گئی......

اس وقت تک جو جماعت کی ترقی ہوئی اس کے اسباب مختلف تھے جن میں سے ہم بعض کو اس جگہ اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

اوّل ایک بہت بڑا اور نہایت مؤثر سبب خود حضرت مسیح موعودؑ کی ذات تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقناطیسی وجود عطا کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ مناسبت رکھنے والی روح کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اور یہ بات حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ہی خاص نہیں تھی بلکہ ہر نبی کی کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ اس کا ذاتی اثر ہوتا ہے۔ بیشک یہ درست ہے کہ یہ ذاتی اثر کسی نبی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں یہ اثر آپ کے متبوع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

اگر خواہی دلیلش عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

"یعنی اے حق کے متلاشی انسان! اگر تو محمد ﷺ کی صداقت کی دلیل چاہتا ہے تو آپ کا عاشق بن جا کیونکہ محمد ﷺ کی سب سے بڑی دلیل خود محمد ﷺ کا اپنا وجود ہے"۔ یہی دلیل اسی صداقت اور اسی زور کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی چسپاں ہوتی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف حضرت مسیح موعودؑ کا چہرہ دیکھ کر بغیر کسی دلیل کے آپؑ کو مان لیا اور ان کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ سینکڑوں ہزاروں ایسے ہیں جو چند دن کی صحبت میں رہ کر ہمیشہ کے لئے رام ہو گئے اور پھر انہوں نے آپؑ کی غلامی کو سب فخروں سے بڑا فخر جانا۔

غرض آپ کی کامیابی کا ایک بڑا سبب آپ کی ذات اور آپ کا اخلاقی اور روحانی اثر تھا۔ یہ درست ہے کہ بعض لوگوں نے باوجود آپ کے ساتھ ملنے اور آپ کی مجلس میں آنے جانے کے آپ کو نہیں مانا لیکن یہ آپ کا قصور نہیں بلکہ خود ان لوگوں کا اپنا قصور تھا کیونکہ ایک بڑے سے بڑا مقناطیس بھی مٹی کے ڈھیلے کو نہیں کھینچ سکتا۔ اور ایسے سفلی لوگوں کا وجود ہر نبی کے زمانہ میں پایا جاتا رہا ہے جس کی وجہ سے ان کی مقناطیسی طاقت کم نہیں سمجھی جاسکتی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی اس خداداد طاقت کا خود بھی احساس تھا چنانچہ آپ اپنے مخالفوں کو اکثر کہا کرتے تھے کہ چند دن مخالفت چھوڑ کر میری صحبت میں آکر رہو اور پھر میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خود کوئی راستہ کھول دے گا۔ بعض لوگوں نے آپ کے اس روحانی اثر کو سحر اور جادو کے نام سے تعبیر کیا اور مشہور کیا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی نہ جائے کیونکہ وہ جادو کر دیتے ہیں۔ مگر یہ جادو نہیں تھا بلکہ آپؑ کی روحانیت کی زبردست کشش تھی جو سعید لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی اور روحانی اثر کے علاوہ آپ کے اخلاق بھی ایسے اعلیٰ اور ارفع تھے کہ ہر شخص جس کو آپ کے ساتھ واسطہ پڑتا تھا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

دوسرا بڑا سبب وہ نشانات اور معجزات تھے جو آپ کو خدا تعالیٰ نے عطا کئے تھے جن کا مجموعی اثر بھی ایک مقناطیسی طاقت سے کم نہیں تھا اور آپ کے نشانات چند قسم پر منقسم تھے:

(الف)......: نشانات کی پہلی قسم وہ پیشگوئیاں تھیں جو آپ خدا سے علم پاکر کرتے تھے جن میں دوستوں اور دشمنوں اور افراد اور قوموں سب کے متعلق آئندہ کی خبریں ہوتی تھیں جو اپنے وقت پر پوری ہو کر لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کرتی تھیں اور آپ کی پیشگوئیوں میں علم اور قدرت ہر دو کا اظہار ہوتا تھا۔ کیونکہ یہی وہ دو ستون ہیں جن پر خدا کی حکومت قائم ہے۔ مگر پیشگوئیوں کے معاملہ میں آپ یہ تشریح فرمایا کرتے تھے کہ ان سے بالعموم ایسی صورت پیدا نہیں ہوتی جسے دن کی تیز روشنی سے تشبیہ دے سکیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو ایمان کا کوئی فائدہ نہیں رہتا اور نہ کوئی شخص ثواب کا مستحق بن سکتا ہے۔ پس آپ فرماتے تھے کہ معجزات سے صرف اس حد تک روشنی پیدا ہوتی ہے جسے بادلوں والی چاندنی رات کی روشنی سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس میں دیکھنے والے تو راستہ دیکھ لیتے ہیں مگر کمزور نظر والوں کے لئے شبہ کی بھی گنجائش رہتی ہے۔ آپ کی جماعت کے ہزاروں لوگوں نے پیشگوئیوں کا نشان دیکھ کر آپ کو قبول کیا۔

(ب)......: نشانات کی دوسری قسم قبولیت دعا کے نمونے ہیں۔ آپ کو یہ دعویٰ تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا ہے اس لئے وہ آپ کی دعاؤں کو خاص طور پر سنتا ہے۔ اور انہیں قبولیت کا مرتبہ عطا کرتا ہے۔ مگر آپ نے یہ تشریح فرمائی کہ دعاؤں کی قبولیت سے یہ مراد نہیں کہ ہر دعا ہر حال میں سنی جاتی ہے۔ بلکہ اس معاملہ میں بندے کے ساتھ خدا کا سلوک دوستانہ رنگ رکھتا ہے۔ کہ وہ اکثر دعائیں سنتا اور مانتا ہے لیکن بعض اوقات اپنی بھی منواتا ہے اور اس بات کا امتحان کرنا چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی بات کو کہاں تک خوشی اور انشراح کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ بہر حال بہت سے لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو دعاؤں کی قبولیت کے نشان سے شناخت کیا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ لوگ کسی مصیبت یا تکلیف کے وقت میں آپ کو دعا کے لئے لکھتے تھے اور بظاہر حالات کامیابی محال نظر آتی تھی مگر آپ کی دعا سے خدا کامیابی عطا فرماتا تھا۔ یا آپ کی بددعا سے دشمنوں کو ہلاک کرتا تھا۔

(ج)......: نشانات کی تیسری قسم خدائی نصرت ہے جو مجموعی طور پر ہر ایک صادق کے حق میں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس دلیل سے بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو مانا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ یہ ایک اکیلا شخص اٹھا ہے جو بالکل بے سر و سامان ہے اور سارا ملک اس کے خلاف ہے مگر پھر بھی خدا ہر میدان میں اسے کامیابی عطا کرتا ہے اور اس کے مخالف باوجود ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ ہونے کے اور باوجود اپنی کثرت کے اس کے سامنے ذلیل اور مغلوب ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(د)......: نشانات کی چوتھی قسم وہ خوابیں وغیرہ تھیں جو دوسرے لوگوں کو آپ کی صداقت کے متعلق آئیں اور اس ذریعہ سے بھی ہزاروں لوگوں نے آپؑ کو مانا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بڑی کثرت کے ساتھ لوگوں کو اس قسم کی خوابیں آتی تھیں۔ یا بعض اوقات الہام بھی ہوتا تھا جن میں یہ بتایا جاتا تھا کہ آپ سچے اور خدا کی طرف سے ہیں حتی کہ بعض خوابیں مخالفوں کو بھی آئیں جن میں سے بعض نے تو اپنی مخالفت کر ترک کر کے غلامی اختیار کر لی مگر بعض خوابوں کی تاویل کر کے مخالفت پر جمے رہے۔

تیسرا بڑا سبب آپ کی کامیابی کا وہ دلائل اور براہین تھے جو آپؑ نے اپنی صداقت میں پیش کئے جو منقولی اور معقولی دونوں رنگ کے تھے۔ یہ دلائل ایسے زبردست تھے کہ کوئی غیر متعصب عقلمند انسان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپؑ نے قرآن سے، حدیث سے، دوسرے مذاہب کے اقوال سے، تاریخ سے اور عقل خداداد سے اپنی تائید میں دلائل کی ایسی عمارت کھڑی کر دی کہ لوگ اسے دیکھ دیکھ کر مرعوب ہوتے تھے اور جواب کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ بے شک آپ کے مقابل پر آپ کے مخالفین بھی خاموش نہیں تھے اور وہ بھی اپنی طرف سے بعض کمزور حدیثیں یا بعض ذو معنیین اور متشابہ قرآنی آیات پیش کرتے تھے اور سلف صالح کے اقوال کا ایک حصہ بھی ان کے ہاتھ میں تھا مگر اس ریت کے تودہ کو حضرت مسیح موعود کے قلعہ سے کوئی نسبت نہیں تھی اور عقلمند لوگ اس فرق کو دیکھتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

چوتھا بڑا سبب وہ دلکش اور خوبصورت تصویر تھی جو حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی پیش فرمائی جو ہر سمجھدار شخص کے دل کو مسخر کرتی تھی اور اس کے مقابل پر اسلام کا جو نقشہ غیر احمدی علماء پیش کرتے تھے وہ اپنے اندر کوئی خاص کشش نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے نہ صرف اسلام کے چہرہ سے اس کی صدیوں کی میل کو دھویا بلکہ قرآن شریف سے وہ وہ معارف نکال کر دنیا کے سامنے پیش کئے کہ دشمن

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

Why
Tel Da Fax
Sekundengenaue Abrechnung
Festnetz Ab 0,04 DM Pro Minute
Mobilfunk 0,48 DM Pro Minute
Super Angebot
کمر بیٹھے کنکشن حاصل کریں
KEINE VERTRAGSLAUFZEIT
LOOP 285,- DM
50,- DM GUTHABEN
SIEMENS C25
E PLUS 199,- DM
25,- DM GUTHABEN
& HANDY
D1, D2, EPLUS & VIAG INTERKOM
M.O.B. AIR TRAVEL & M.O.B. Telekommunikation
Ben Gurion Ring 64,60437 FF/M Tel./Fax:069-5072603,99993253
Www.mob-air.de e.mail: m.o.b.air@01019freenet.de

خطبہ جمعہ

جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہّد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

والدین جو نیکی کیا کرتے تھے اور بیچ میں عمر منقطع ہو گئی اس نیکی کو اگر جاری رکھا جاسکتا ہے تو وہ نیکی ایسی ہے جو والدین کے درجات کو بلند کرنے کا موجب بنے گی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-
فرمودہ ۴؍ فروری ۲۰۰۰ء بمطابق ۴؍ تبلیغ ۱۳۷۹ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا . اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا . وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾-

(سورة بنی اسرائیل آیات ۲۴، ۲۵)

ان کا سادہ ترجمہ یہ ہے: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث جو میں نے اختیار کی ہے وہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلودہ ہو، اس کی ناک خاک آلودہ ہو، اس کی ناک خاک آلودہ ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: کس کی؟ فرمایا: وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی عمر میں پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلة)

یہاں ناک خاک آلود ہونا، ایک محاورہ ہے کہ وہ شخص رسوا اور ذلیل ہو گیا، مٹی میں رگڑا گیا۔ تو خاک آلود ہونے کو لفظی معنوں میں نہ لیں۔ مگر مراد اس سے یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کریمہ کا جس کی میں نے تلاوت کی ہے ماں باپ کے تعلق میں بہترین ترجمہ فرمایا ہے۔

ماں باپ کے متعلق جو حسن سلوک کی تعلیم ہے کوئی ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا دونوں پہنچ جائیں اس سلسلہ میں لوگوں میں کچھ حکایتیں بھی مشہور ہیں اور کچھ حکایتیں ایسی بھی ہیں جو واقعات پر مبنی ہیں۔ ان لوگوں کا نام لئے بغیر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنے بوڑھے باپ سے ایسا سلوک بھی کرتے ہیں کہ اس کو نوکروں کے کوارٹروں میں جگہ دیتے ہیں۔ اس کے لئے اپنے پھٹے پرانے کپڑے رکھتے ہیں تاکہ وہ کسی غریب کو صدقہ دینے کی بجائے اپنے باپ کو دے دیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ مشہور ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ایسے واقعات میں کچھ صداقت بھی ہے۔ واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک باپ کو اپنا بچہ بہت پیارا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اس کے کمرے کی تلاشی لی، دیکھا کہ کیا جمع کرتا ہے۔ اس میں بہت پھٹے پرانے بڑے سائز کے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ تو باپ نے حیرت سے پوچھا: بیٹا! تم نے اپنے کمرے میں یہ کیا گند جمع کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا یہ آپ کے لئے ہے۔ جس طرح آپ نے میرے دادا کے لئے گندے کپڑے رکھے ہوئے تھے تو میں نے کہا وہی سلوک آپ سے ہونا چاہئے۔ جب آپ بڑی عمر کو پہنچیں گے تو آپ کو میں یہی کپڑے پہناؤں گا جو آپ میرے دادا کو پہنایا کرتے تھے۔ تو یہ ایک سبق آموز بات ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے واقعۃً لوگ اپنے باپ سے اور بعض دفعہ اپنی ماؤں سے ایسا سلوک کرتے ہیں جو نہایت نا قابل برداشت ہے۔ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ نصیحت میں ان کو پہنچا دیتا ہوں کہ اگر تم نے ماں باپ یا دونوں کے قدموں سے جنت نہ لی تو ساری عمر ضائع کر دی اور اسی کے متعلق ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر رمضان گزر جائے اور کوئی شخص جنت نہ کما سکے اس پر بھی تُف ہے۔ پس ابھی رمضان بھی گزرا ہے اس کے پس منظر میں یہ بھی یاد رکھیں کہ ماں باپ کی خدمت کی جتنی توفیق مل سکے وہ ضرور کریں۔ باپ کے متعلق تو کہہ سکتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ اولاد پر سختی بھی کرتا ہے، مائیں بھی کرتی ہیں مگر جیسا دل ماں کا نرم ہے ایسا بچے کے لئے اور کسی کا دل نرم نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا اور حضرت ابو امامہؓ سے یہ روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (رواه ابن ماجه)

یعنی ماؤں کے قدموں تلے جو جنت کا خیال ہے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بعض ماؤں کے قدموں تلے دوزخ بھی ہوتی ہے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ماں اور باپ دونوں کے قدموں تلے تیری جنت ہے اور تیری دوزخ بھی ہے جو چاہے ان سے حاصل کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں گناہ کبیرہ سے آگاہ نہ کروں؟ آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ صحابہؓ نے عرض کی ضرور بتائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا جھوٹ سے بچو۔ آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ میں نے دل میں کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدين من الكبائر)

تو جھوٹ سے بچنا بھی ایک نعمت ہے اور جھوٹے ہی اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑی نیکی ہے۔ اور شریک ٹھہرانا بہت بڑی بدی قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح والدین کی نافرمانی کو بھی اس میں شامل فرما دیا ہے اور ان سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے جو انسان کی ساری زندگی برباد کر دیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد بن حنبل میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور رزق میں فراوانی ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ، مَیں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے حصول کی خاطر ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں، ہجرت اور جہاد پر۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تُو اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ اس نے کہا جی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پس جا اور ان دونوں سے حسن سلوک کر۔ (مسلم كتاب البر والصلة)

اسی طرح سنن ابی داؤد سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک آدمی

آیا۔ اُس نے کہا: کیاماں باپ کے مرنے کے بعد مجھ پر کوئی چیز ہے کہ جس کے ذریعہ ان کے ساتھ کوئی نیکی کی جاسکے۔ فرمایا: ہاں ان کی بخشش کے لئے دُعا کرنا، ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور اس رشتہ داری کو ملانا جو اُن کے ساتھ ہی ملائی جاسکتی ہے اور ان کے دوستوں سے عزت سے پیش آنا۔

(سنن ابو داؤد کتاب الادب)

پس والدین کے حق میں جو دعائیں ہیں ان کے علاوہ یہ عملی تعلیم بھی ہے جس پر عمل بڑا ضروری ہے۔ والدین جو نیکی کیا کرتے تھے اور بیچ میں عمر کٹ گئی یعنی عمر منقطع ہو گئی اس نیکی کو اگر جاری رکھا جاسکتا ہو تو وہ نیکی ایسی ہے جو والدین کے درجات کو بلند کرنے کا موجب بنے گی۔

اس ضمن میں چندہ جات ہیں ۔ بہت سے والدین باقاعدگی کے ساتھ چندہ دیتے ہیں اور وعدے کر دیتے ہیں بڑے چندوں کے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ پورا کر سکیں ان کو موت آ جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں بچوں کا فرض ہے کہ اگر وہ حقیقت میں ماں باپ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو خواہ باپ فوت ہو جائے اس خواہش کے ساتھ کہ میں یہ چندہ دُونگا یا ماں فوت ہو جائے، دونوں کے لئے بچوں کو اس نیکی کو جاری رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی پائی جاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد کثرت سے ان کے چندوں کو پورا کیا جاتا ہے۔ بچے چین نہیں لیتے جب تک ان کی اس نیک خواہش کو پورا نہ کر لیں خواہ کتنا ہی بوجھ اٹھانا پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی بہت عام ہے۔

دوسرے اس میں فرمایا گیا ہے اس رشتہ داری کو ملانا جو اس کے ساتھ ہی ملائی جاسکتی ہے۔ یعنی ماں باپ کے وقت میں تو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھ کر تم لوگ بھی ان رشتہ داروں سے حسن سلوک کر دیتے ہو۔ وہ گھر میں آتے ہیں ہنس کر بات کرتے ہو، عزت سے سوال کرتے ہو۔ لیکن کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ماں باپ کے گزرنے کے بعد پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔ تو اُن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ایسے جلسہ کے موقعہ پر بھی مہمان آتے ہیں جو کسی زمانے میں ماں باپ کو بہت پیارے تھے اور عزیز تھے۔ ان کی رشتہ داری تھی یا نہیں تھی مگر ان سے بہت حسن سلوک کیا کرتے تھے تو ان کے مرنے کے بعد جو نیکیاں ان کو پہنچائی جاسکتی ہیں ان میں ان کے لئے عزت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ بنانی اور ان کے لئے ہر قسم کی آسائش کے سامان مہیا کرنے یہ بھی ایک بہت اہم نیکی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا ان کے دوستوں کی بھی عزت کرنی چاہئے۔ صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ دوستوں کے لئے۔

ایک حدیث صحیح مسلم سے حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیر گناہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟۔ فرمایا: ہاں وہ دوسرے آدمی کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے تو اپنے ہی ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

اس ضمن میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب وہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ غصہ میں آ کر پھر اس کے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے کہ جھوٹے بتوں کو بھی گالی نہ دو حالانکہ ان کا کوئی وجود نہیں مگر نادان ان کے پوجنے والے غصہ میں آ کر پھر خدا کو بھی گالیاں دیں گے جس کی تمہیں گہری تکلیف پہنچے گی۔ تو اپنے ماں باپ کو گالی دینے سے مراد یہی ہے کہ کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا۔ ہمارا معاشرہ خصوصاً پنجاب میں تو ایسا گندہ ہے کہ ہر وقت گالیاں دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے گلیوں میں اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور ان کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ ہل چلانے والے زمیندار بیل کے ماں باپ کو بھی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ تو اس گندے معاشرے سے ہمیں بہر حال نکلنا ہے اور جماعت احمدیہ ہے جو زبانوں کو پاک کرنے کی ایک تحریک چلائے اور گلی گلی سے سلام کی آوازیں تو اٹھیں مگر گالیوں کی بددعائیں نہ اٹھیں۔ ربوہ والوں کو میں خصوصیت سے یہ نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہاں بہت سے باہر سے آنے والے لوگ دیکھتے ہیں، بڑے غور سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے اندر کیا باتیں ہیں اور اس کے لئے بچوں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ اگر بچوں کے اخلاق کا علم ہو جائے تو بڑوں کے اخلاق کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ تو وہاں کے بچوں کو زبان پاک رکھنے کی بہت تلقین کرنی چاہئے۔ سب جگہ جماعت کو یہی تلقین کرنی چاہئے مگر خصوصاً ربوہ میں چونکہ لوگ باہر سے آ کر دیکھتے ہیں اس خیال سے میں کہہ رہا ہوں کہ وہاں ان کی زبان پاک اور صاف رکھنے کی بہت کوشش ہونی چاہئے۔

ایک روایت سنن ابو داؤد کتاب الجہاد سے لی گئی ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا اور اس نے اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ رو رہے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور ان کو ویسے ہی ہنساؤ جیسے تم نے انہیں رلایا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے غالباً یہ وحی خفی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا ہو گا کہ اس حال میں آیا ہے کہ والدین کو روتا چھوڑ کر آیا ہے۔

سنن نسائی میں حضرت معاویہؓ بن جاہمہؓ سے روایت ہے کہ جاہمہؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! مَیں آپ سے مشورہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس کا مطلب ہے جاہمہؓ بھی صحابی تھے اس لئے دونوں پر رضی اللہ عنہ کا نشان ہونا چاہئے تھا۔ پس حضرت معاویہؓ بن جاہمہ رضوان اللہ علیہم کی روایت ہے کہ جاہمہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ مَیں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا: اس کو لازم پکڑ۔ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔ (سنن نسائی کتاب الجہاد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حُسنِ سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے (چوتھی بار) پھر پوچھا، پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبۃ)

یہاں جو ماں پر زیادہ زور دیا گیا ہے، مختلف احادیث میں کہیں ماں باپ کا اکٹھا ذکر آیا ہے کہیں الگ الگ آیا ہے تو اس میں اور امکانات ہیں۔ یا تو وہ شخص ماں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا اس لئے تکرار کے ساتھ بار بار اس کو نصیحت کی گئی کہ تیری ماں۔ دوسرے یہ امر واقعہ ہے کہ ماں سے زیادہ بچے سے کوئی پیار نہیں کر سکتا۔ ماں سے زیادہ بچے کے لئے کوئی دکھ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کو حقیقت میں کبھی بھلایا جا ہی نہیں سکتا، اگر کسی انسان کے دل میں شرافت ہو۔ تو ماں اس کو پالتی ہے، ماں اس کے لئے ہر قسم کے دکھ برداشت کرتی ہے، ہر قسم کی گندگی صاف کرتی ہے اور جس طرح وہ پیار کرتی ہے ویسے کوئی اور رشتہ دار پیار نہیں کر سکتا، بیوی بھی پیار نہیں کر سکتی۔

ایک فرضی حکایت ہے مگر ہے بہت سبق آموز۔ کہتے ہیں ایک لڑکے کو اپنی بیوی سے جاہلانہ حد تک عشق تھا اور ایسا جاہلانہ کہ اس کو خوش کرنے کے لئے ہر بیہودہ حرکت کرنے پر بھی تیار تھا۔ وہ اپنی ساس سے بہت جلتی تھی۔ اور اپنی ساس کو جب اپنے بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی تھی تو اس سے اس کے دل میں حسد بھڑک اٹھتا تھا۔ تو ایک روز اس کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کا سر طشتری میں سجا کر لاؤ ورنہ میرا خیال چھوڑ دو۔ اس بیوقوف بیٹے نے یہ کام کیا کہ طشتری میں اپنی ماں کا سر سجایا جبکہ وہ اپنی بیوی کی طرف آ رہا تھا رستے میں ٹھوکر لگی اور اس کہاوت میں یہ ہے کہ اس کا سر زمین پر گر پڑا تو اس سر سے آواز آئی میرے بچے! تجھے چوٹ تو نہیں لگی۔ پس ماؤں کے دل ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہاوت فرضی ہے مگر ان کے دل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

پس ماؤں سے جو غیر معمولی حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بالکل صحیح ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ساری جماعت میں ماؤں کی عزت کی جائے گی۔

حضرت ابو طفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جِعرانہ میں دیکھا۔ آپ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران ایک عورت آئی۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے قریب آ گئی تو حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے لوگوں سے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضورؐ کی رضاعی والدہ ہیں۔ (ابو داؤد کتاب الأدب باب في برالوالدين)

پس ماں کی عزت تو الگ بات ہے اپنی رضاعی والدہ کے لئے آنحضرت ﷺ اس قدر اپنے دل میں احترام رکھتے تھے، اپنی چادر ان کے لئے بچھا دی۔ اگر ماں زندہ ہوتی تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیا سلوک فرماتے۔ جو اپنی رضاعی والدہ کے لئے ایسا نرم گوشہ رکھتا ہے وہ اپنی حقیقی والدہ کے لئے تو بلا شبہ ایک مثالی بیٹا ثابت ہوتا مگر یہ مقدر نہیں تھا۔ اللہ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

”فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (بنی اسرائیل :۲۴) یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہیں لیکن دراصل مرجعِ کلام امّت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والد اور والدہ آپ کی خورد سالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو

Earlsfield Properties

Landlords & landladies

Guaranteed rent

your properties are urgently required

Tel:: 0181-265-6000

پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔ اور اسی کی طرف یہ دوسری آیت اشارہ کرتی ہے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ (بنی اسرائیل: ۲۴)۔ یعنی تیرے رب نے چاہا ہے کہ تو فقط اسی کی بندگی کر۔ اور والدین سے احسان کر۔ اس آیت میں بُت پرستوں کو جو بُت کی پوجا کرتے ہیں سمجھایا گیا ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں اور بتوں کا تم پر احسان نہیں ہے۔ انہوں نے تمہیں پیدا نہیں کیا اور تمہاری خوردسالی میں وہ تمہارے متکفل نہیں تھے۔ اور اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں"۔ یہ ایسا فطری جذبہ ہے کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہمارے احمد نگر میں ایک مرغی اپنے بچوں کو دانے کھلا رہی تھی تو ایک چیل جھپٹی جو مرغی سے بہت زیادہ طاقتور تھی لیکن وہ اس جوش کے ساتھ اس کو مارنے کے لئے اوپر اٹھی ہے کہ وہ ڈر کے مارے نکل گئی۔ تو ماؤں کے اندر جو جذبہ ہوتا ہے وہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ اس سے ان سے بہت زیادہ طاقتور دشمن بھی گھبرا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے پرندوں کو کئی دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا مثلاً نیل کنٹھ، وہ بازوں پر بھی جھپٹتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گھونسلے میں بیٹھے ہوئے بچوں کو وہ تنگ نہ کر سکیں۔ حالانکہ باز ان کو مار سکتا ہے مگر ان کے جھپٹنے کے انداز سے ڈر جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے خوب یاد رکھیں کہ درندوں چرندوں وغیرہ سے بھی سبق سیکھیں۔ ان سب میں ماؤں کے دل میں بچوں کی بہت محبت پائی جاتی ہے۔ تو ان بچوں کو بھی جو انسان کے بچے ہیں ان کو بھی اپنے ماں باپ کی محبت کو یاد رکھنا چاہئے۔ پرندوں کے بچے تو شاید بھول جاتے ہوں گے مگر آخر وہ جوابدہ نہیں ہیں۔ انسان کے بچوں کو اپنے ماں باپ کی خدمت کو بھولنا نہیں چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "ہر شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۴)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام اور گھوڑے اور بکری اور گائے سے، حیوانات سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔ کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں۔ وہ لاپرواہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۸)

پھر فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔ (کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

پھر فرماتے ہیں: "وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر: ۹) اس آیت میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں"۔ (ملفوظات جلد سوم، جدید ایڈیشن۔ صفحہ ۵۹۹)۔

اب یہ ایک بہت ہی عارفانہ نکتہ ہے جو پہلے کسی عالم کو نہیں سوجھا کہ اس میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں۔ جو اپنی دلی مسکینی اور عاجزی کی وجہ سے بچوں سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے، کچھ نہیں کہتے کہ ان کو کیا ضرورت ہے۔ تو ایسے بچوں کو چاہئے کہ خود اپنے والدین کی احتیاجوں اور ضرورتوں پر نگاہ رکھیں اور ان کی ہر ضرورت کو ان کے مانگنے سے پہلے دے دیا کریں۔ کیونکہ مسکین وہ ہے جو مانگتا نہیں، غربت اور بدحالی کے باوجود مانگتا نہیں۔ اور ان کے اس تعفّف کی وجہ سے بعض لوگ ان کو اغنیاء سمجھ لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو ماں باپ کی ضرورتوں پر دھیان ہونا چاہئے۔ ان کو موقعہ ہی نہیں دینا چاہئے کہ ان کو مانگنے کی ضرورت پڑے اور مسکین سمجھتے ہوئے یعنی دل کے مسکین سمجھتے ہوئے ان کی ضرورت کو مانگنے سے پہلے ہی پورا کر دینا چاہئے۔

پھر فرماتے ہیں: "خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔ حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے اور والد اس حالت میں ماں کی مہمات کا کیسے متکفل ہوتا ہے"۔ اس میں ایک روزمرہ کا فطری سبق ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر اچھا جوڑا ہو ماں اگر بچے کو سنبھال رہی ہے تو باپ گھر کے دوسرے کام کر رہا ہوتا ہے تاکہ ماں پر یہ بوجھ نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں بکثرت ایسے لوگ ہیں۔ ملاقات کے دوران جو اوپر کلاس لگ رہی ہوتی ہے میں پوچھا کرتا ہوں کہ آپ کی بیوی کہاں ہے۔ تو کہتا ہے کہ میں یہاں آیا ہوں کلاس پر تو بیوی بچوں کو سنبھال رہی ہے۔ کبھی بیوی ہوتی ہے اور بچے ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے میاں کہاں ہیں تو کہتی ہے کہ گھر کے چھوٹے بچوں کو سنبھالنے کے لئے میاں گھر رہ گئے ہیں اور جو بڑے بچے ہیں میرے ساتھ آگئے ہیں۔ تو یہ نیک عادت ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عادت کو استقامت اور دوام بخشے۔

"یاد رکھنا چاہئے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے"۔ یعنی ماں باپ کی محبت پر زور دینے کے بعد اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ اصل ربّ تو اللہ ہے اور یہ ماں اور باپ ثانوی رنگ میں ربّ بنتے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ "ماں باپ کی محبت تو عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے۔ اور جب تک قلوب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء نہ ہو، کوئی فرد بشر خواہ دوست ہو یا کوئی برابر درجہ کا ہو یا کوئی حاکم ہو، کسی سے محبت نہیں کر سکتا اور یہ خدا کا کمال ربوبیت کا راز ہے کہ ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ ان کے تکفل میں ہر قسم کے دکھ شرح صدر سے اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے"۔ (روئیداد جلسہ دعا۔ صفحہ ۱۱)

ہمارے شہداء کے واقعات میں ایسے واقعات کثرت سے آتے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کو بچاتے ہوئے شہید ہو گئی۔ یہ ماؤں کے دل کی حالت ہے اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جو ان دلوں کو بھلا دیتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنیؓ کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں، مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیح کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے، جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے (یعنی اویس قرنیؓ کو) تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں"۔ مطلب ہے کہ ان کو چھوڑ دیتے تھے اور خدا کے فرشتے ان کا دھیان رکھتے تھے۔ وہ چر کر خود ہی واپس آ جایا کرتے تھے۔ "ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوہڑے چمار بھی کم لیتے ہونگے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔

میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے، ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے"۔

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن۔ صفحہ ۱۹۶،۱۹۵)

پھر اسی تعلق میں فرماتے ہیں:

"ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے نہ کسی طمع پر۔ دیکھو بعض اوقات ایک ماں ساٹھ برس کی بڑھیا ہوتی ہے اس کو کوئی توقع خدمت کی اپنے بچے سے نہیں ہوتی کیونکہ اس کو کہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس کے جوان اور لائق ہونے تک زندہ بھی رہوں گی۔ غرض ایک ماں کا اپنے بچے سے محبت کرنا بلا کسی خدمت یا طمع کے خیال کے فطرتِ انسانی میں رکھا گیا ہے۔ ماں خود اپنی جان پر دکھ برداشت کرتی ہے مگر بچے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ خود گیلی جگہ پر لیٹتی ہے اور اسے خشک حصہ بستر پر جگہ دیتی ہے"۔ کئی بچے رات کو پیشاب کر دیتے ہیں۔ ان کو ماں کو دھونا پڑتا ہے لیکن گیلی جگہ پر بچوں کو نہیں لٹاتی۔ ان کو جو خشک حصہ اپنے نیچے تھا، اس پر ڈال دیتی ہے اور خود بچوں کی گیلی جگہ پر لیٹ جاتی ہے۔ بیمار ہو جائے تو راتوں جاگتی اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے۔ اب بتاؤ کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے واسطے کرتی ہے اس میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی بھی شعبہ پایا جاتا ہے؟"۔ (ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۶۶۳،۶۶۴)

پھر ملفوظات میں ہے:

"ظہر کے وقت حضور نے ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 0181-553-3611

"توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا"۔(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۵۰۲)

یہاں باپ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے باپ سخت گیر تھا اور وہ زیادہ مخالف تھا اور ماں اس کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ پس باپ کے لئے دعا اور نصیحت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے اثر کے تابع۔ اگر وہ احمدی ہو جاتا تو اس کی ماں بھی ہو جاتی۔

بٹالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس علیہ السلام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ: "ان کے حق میں دعا کیا کرو۔ ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئے۔ اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے۔ سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجے کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک مُمَیَّز شخص ہوتا ہے۔ شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور میں جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا، ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ دل و جان سے ان کی خدمت بجالاؤ"۔(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۹۲)

روایت بیان کرنے والا بیان کر رہا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی والدہ یہاں آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا۔ ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ "اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی"۔(النحل:۹۱)۔

(ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن۔ صفحہ ۲۸۹،۲۹۰)

پھر روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر فرض کی ہے مگر میرے والدین حضور کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم سے خط و کتابت بھی نہ کرنا اور اب ہم تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب میں اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہوں۔ فرمایا کہ:

"قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ اِنۡ تَکُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّهٗ کَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا (بنی اسرائیل:۲۶) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کو بھی ایسے مشکلات پیش آ گئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہو گئی تھی۔ بہر حال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقعہ ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کے رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیّت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ بہر حال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا تعالیٰ کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو"۔

(ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ نمبر ۴۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کو بھی ایسی دقتیں درپیش تھیں۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث بیان کر کے جس کا حوالہ نہیں مگر زبانی مجھے یاد ہے اس خطبہ کو میں ختم کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ سے ایک بچے کو بہت عشق تھا۔ چھوٹی عمر میں ہی وہ رسول اللہ ﷺ کا شیدائی تھا اور اس کی ماں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی شدید دشمن تھی اور وہ ہر وقت اسے تنگ کیا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اگر تم نے محمد رسول اللہ کو نہ چھوڑا۔ اور بیٹا خاموش رہتا تھا۔ ایک دفعہ بہت تنگ آنے کے بعد اس نے اپنی ماں سے کہا: اے میری ماں! تو مجھے بہت پیاری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو نے کن دکھوں سے مجھے پالا ہے۔ مگر خدا کی قسم محمد رسول اللہ مجھے تم سے بھی پیارے ہیں۔ اگر میرے سامنے سسک سسک کر تو اپنی سو جانیں بھی دے دے تب بھی میں تجھے چھوڑ دوں گا، محمد رسول اللہ کو نہیں چھوڑوں گا۔ پس دین کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم ہے کہ اگر ماں باپ کوئی ظلم کر رہے ہیں، زبردستی کر رہے ہیں تو دین میں ان کی اطاعت نہیں کرنی لیکن روزمرہ کے کاموں میں ان سے احسان کا سلوک کرو۔ جہاں تک ممکن ہو ان کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچاؤ۔

کفالت یتامیٰ کی مبارک تحریک

جو دوست یتامیٰ کی خبر گیری اور کفالت کے خواہشمند ہوں ایسے احباب سے گزارش ہے کہ وہ اپنی خواہش اور مالی وسعت کے لحاظ سے جو رقم بھی ماہوار مقرر کرنا چاہیں اس کی اطلاع دفتر کفالت یکصد یتامیٰ دارالضیافت ربوہ کو دے کر اپنی رقوم "امانت کفالت یکصد یتامیٰ" صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں براہ راست یا مقامی انتظام کی وساطت سے جمع کروانا شروع کر دیں۔

ایک یتیم بچے کی کفالت کا اندازہ خرچ پانچ صد (۵۰۰) روپے سے ایک ہزار (۱۰۰۰) روپے ماہوار ہے۔ اس وقت بفضل تعالیٰ ۲۰۰ یتامیٰ کمیٹی کی زیر کفالت ہیں۔

(سیکرٹری کمیٹی یکصد یتامیٰ دارالضیافت ربوہ)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
کراچی میں اعلیٰ زیورات
خریدنے کے لیے معروف نام
الرّحیم جیولرز حیدری
اور
نیو الرّحیم جیولرز حیدری
اور اب
الرّحیم
سیون سٹار جیولرز
مین کلفٹن روڈ
مہران شاپنگ سینٹر
کہکشاں بلاک نمبر 8
کلفٹن کراچی
فون 5874164 - 664-0231

DIGITAL SATELLITE
MTA and PAKISTAN TV

You can now get MTA on digital satellite at Hotbird 13°E. Pakistan TV is also available on digital satellite at Intelsat 707 1°W as Prime TV, and has been broadcasting since Sept '98. To view MTA and Prime TV, you need a digital satellite receiver, a dish and a universal LNB.

At the moment, we are running the following offers:

NOKIA 9600 £255+ - Digital LNBs from £19+
HUMAX CI £220+ Dishes from 35cm to 1.2m

These, as well as all other satellite reception-related equipment, can be obtained from our warehouse at the address below.

MAIL ORDER — EXPORT

Signal Master Satellite Limited
Unit 1A Bridge Road, Camberley
Surrey GU15 2QR, England
Tel: 0044 (0)1276 20916 Fax: 0044 (0)1276 678740
e-mail: sms.satellite@business.ntl.com

+ All prices are exclusive of VAT

نجات کے لئے
کس قسم کی قربانی کی ضرورت ہے

اس عنوان کے تحت ہم یہ بحث کریں گے کہ اسلام انسان کی نجات کے لئے اس سے کس قسم کی قربانی چاہتا ہے اور آیا اس کے سوا کسی اور مذہب نے بھی کوئی ایسی قربانی پیش کی ہے جو ذریعہ نجات ہو سکے۔ ظاہری قربانیاں جو اسلام میں کی جاتی ہیں وہ خداتعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری میں اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔

اسلام میں قربانی کا حقیقی مفہوم

اسلام کی قربانی حضرت ابراہیمؑ کی اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو اس نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری میں کر کے دکھائی اور قربانی کرنے والے کے عمل کا اصل منشاء یہ ہے کہ وہ خداتعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری میں ہر ایک چیز کو ابراہیم کی طرح قربان کرنے کو تیار ہے اور بکلی اللہ تعالیٰ کی رضا کے نیچے ہو کر چلتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں قربانیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا گوشت پوست یا خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ اصل چیز جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہے وہ تمہارا تقویٰ ہے۔ قربانی کے لئے جو الفاظ عربی زبان میں استعمال کئے جاتے ہیں وہ خود اس امر پر بطور دلیل کے ہیں کہ قربانی کا مفہوم اسلام میں دوہرا ہے یعنی ایک تو وہ قربانی جو بطور خدائے تعالیٰ کی عبادت کے کی جاتی ہے اور دوسرا روح کی سچی فرمانبرداری جو قربانی کا اصل منشاء ہے۔ چنانچہ لفظ قربان، قرب سے مشتق ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ جو انسان قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمانداری سے کرتا ہے اس کے لئے قربانی خدائے تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہوتی ہے اسی طرح پر قربانی کو نسیکہ بھی کہا گیا ہے جو نسک سے مشتق ہے جس کے اصل معنے عربی زبان میں اطاعت اور عبادت ہیں۔ پس یہ اشتراکِ معنی کہ قربانی کے الفاظ کا لغوی مفہوم طاعت اور عبادت اور قرب الٰہی ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سچا عابد فی الحقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کی راہ میں اپنے نفس کو اپنے تمام محبوبات کو اور اپنی خواہشات کو قربان کر دیتا ہے اور جن کی نفسانی خواہشیں ایسی مر جاتی ہیں کہ گویا بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ جو شخص ان دو مشترک مفہوموں پر غور اور تدبر کرے گا وہ آسانی سے اس بات کو معلوم کر لے گا کہ اسلام میں قربانی کا مغز اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت ہے اور حقیقی عبادت ایک قربانی چاہتی ہے۔ یعنی نفس امارہ کا ذبح کرنا جو انسان کو خدا سے دور کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے تعلق کے سوا باقی تمام تعلقات کا توڑ ڈالنا۔ اور خدا کی راہ میں ہر طرح کے مصائب و شدائد برداشت کرنا۔ جب تک انسان قربانی نہیں کرتا وہ خدا کا حقیقی عابد نہیں کہلا سکتا اور اس وقت تک غفلت کی موت سے نجات نہیں پاتا۔ یہی لفظِ اسلام کا مفہوم بھی ہے یعنی خدائے تعالیٰ کی مرضی کے پورے تابع ہو جانا جس کے لئے ضرورت ہے خدا کے ماسوا کی قربانی کی۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو کامل طور پر خدا کے تابع ہو کر چلتا ہے اور جس کے شہوات اور خواہشات پر موت وارد ہو چکتی ہے۔ حاصل کلام اسلام میں قربانی نفس کی قربانی کا ایک ظاہری نشان ہے اور اس مقصود کے لئے بطور یاد دہانی کے ہے اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے بطور ترغیب کے ہے اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے۔

یہ وہ قربانی ہے جو اسلام انسان سے اس کی نجات کے لئے چاہتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہم سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اپنے وجود کی پاک قربانی پیش کریں جو اخلاص کے پانیوں سے دھوئی ہوئی اور صدق اور صبر کی آگ سے صاف کی ہوئی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ یعنی جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا۔ اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی کے بجا لانے میں سرگرم رہے سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف و حزن سے نجات بخشے گا۔ یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ اس جگہ بیان ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن شریف میں اس کا نام استقامت رکھا ہے جیسا کہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں استقامت کی راہ پر قائم کر۔ ان لوگوں کی راہ جنہوں نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضع استقامت اس کی علت غائی پر نظر کر کے سمجھی جاتی ہے۔ اور انسان کے وجود کی علت غائی یہ ہے کہ نوع انسان خدا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پس انسانی وضع استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ اطاعت ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہو جائے اور جب وہ تمام اپنے قویٰ سے خدا کے لئے ہو جائے گا تو بلا شبہ اس پر انعام نازل ہوگا جس کو دوسرے لفظوں میں پاک زندگی کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب آفتاب کی طرف کھڑکی کھولی جائے تو آفتاب کی شعاعیں ضرور کھڑکی کے اندر آجاتی ہیں ایسا ہی جب انسان خداتعالیٰ کی طرف بالکل سیدھا ہو جائے اور اس میں اور خداتعالیٰ میں کچھ حجاب نہ رہے تب فی الفور ایک نورانی شعلہ اس پر نازل ہوتا ہے اور اس کو منور کر دیتا ہے اور اس کی تمام اندرونی غلاظت دھو دیتا ہے تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے اور ایک بھاری تبدیلی اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ تب کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو پاک زندگی حاصل ہوئی۔ اس پاک زندگی کے پانے کا مقام یہی دنیا ہے، اسی کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے "مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا"۔ یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا رہا اور خدا کے دیکھنے کا اس کو نور نہ ملا وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ غرض خدا کے دیکھنے کے لئے انسان اسی دنیا سے حواس لے جاتا ہے۔ جس کو اس دنیا میں یہ حواس حاصل نہیں ہوئے اور اس کا ایمان محض قصوں اور کہانیوں تک محدود رہا۔ وہ ہمیشہ کی تاریکی میں پڑے گا۔

غرض خداتعالیٰ نے پاک زندگی اور حقیقی نجات حاصل کرنے کے لئے ہمیں سکھلایا ہے کہ ہم بالکل خدا کے ہو جائیں اور سچی وفاداری کے ساتھ اس کے آستانہ پر گریں اور اس بدذاتی سے اپنے تئیں الگ رکھیں کہ مخلوق کو خدا کہنے لگیں اگرچہ مارے جائیں، ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں، آگ میں جلائے جائیں۔ اور خدا کی ہستی پر اپنے خون سے مہر لگائیں۔ اسی وجہ سے خدا نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ ہم نے خدا کے آگے سر رکھ دیا ہے۔

عیسائیوں کا تصور قربانی

اس تمام تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم نجات کے لئے انسان سے کس قسم کی قربانی چاہتا ہے۔ اس کے خلاف عیسائی ایک اور قسم کی قربانی پیش کرتے ہیں جسے وہ انسان کی نجات کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ عیسائی عقیدہ کی رو سے انسانوں کی نجات یسوع کی قربانی سے ہوئی جس کے متعلق وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ وہ تمام دنیا کے گناہ اٹھا کے لے گیا گویا خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا گنہ گاروں کی قربان کر دیا اور اس قربانی کی قدر اُن کے نزدیک اور بڑھ جاتی ہے جب اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ خدا کے ہاں یہ ایک ہی بیٹا تھا۔ عیسائی عقیدہ میں خدا کی محبت کی جو اسے انسان سے ہے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ تجلی ہے کہ اپنے بیٹے کو قربان کر کے گنہ گاروں کو نجات دے دی اور صرف یہی ایک ذریعہ نجات کا ہے۔

اس لئے اب ہمیں ان دونوں قسم کی قربانیوں کا مقابلہ کر کے دیکھنا ہے کہ ان میں سے واقعی اور سچی قربانی جس کا لازمی اور قدرتی نتیجہ نجات ہو کونسی ہے۔

گناہ کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟

اس لئے ہم پہلے یہ دیکھیں گے کہ گناہ کیا چیز ہے اور اس کا علاج کیا ہے یعنی کیونکر انسان ایک پاکیزہ زندگی حاصل کر سکتا ہے جسے انسان کی نجات سمجھنا چاہئے۔ گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور پرجوش محبت اور محبانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزیاں برباد ہو جاتی ہیں یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس خشکی کی طرح گناہ اس پر غلبہ کرتا ہے تو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت میں تین طور سے ہے (۱) محبت (۲) استغفار جس کے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے۔ تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے (۳) تیسرا علاج توبہ ہے یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا۔ اور معصیت کے حجاب سے اعمال صالح کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا۔ اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالح کے ساتھ ہے۔ تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائیں۔ دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں اس لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اس کا نام روح رکھا کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اس کی محبت اور اس کی اطاعت میں ہے اور اس کا نام نفس رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنے والا ہے۔ خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے یہی انسان کا جنت ہے۔ اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوس کر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے۔ اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے اور خدا میں ہو کر پاک نشوونما پاتا جاتا ہے اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا ہے اور اچھے پھل لاتا ہے۔ مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشوونما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا اس لئے دمبدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں۔ پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس خشکی کے دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے جس پر قانون قدرت گواہی دیتا ہے۔ اس کی طرف اللہ جلشانہ اشارہ کر کے فرماتا ہے "يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ

Aurosethi

Import Export GmbH

Asiatische Gewurze und Lebensmittel

جرمنی میں ایشین گروسری کی سب سے بڑی دوکان

اب تبدیل ہو کر درج ذیل ایڈریس پر منتقل ہو گئی ہے:

Opposite Zollamt in Zoll hof

Westhafen Halle 21 ,60327 Frankfurt/M

Telefon : 069/252691

Telefax : 069/239547

حسب سابق تھوک و پرچون خریداری کے لئے تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں۔ ہمارا نصب العین عمدہ کوالٹی، مناسب دام

الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً. فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ۔

غرض گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ لہذا وہ تمام اعمال صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں کیونکہ انسان خدا کے لئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔ یہ ہنسی کی بات ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے سر درد پر رحم کر کے اپنے سر پر پتھر مار لے یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کر لے۔ دنیا میں کوئی ایسا نادان نہیں ہوگا کہ ایسی خودکشی کو انسانی ہمدردی میں خیال کر سکے۔ اگر بالفرض ایسا شخص ہمدردی کے خیال سے بھی ایسا فعل کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندر دوسرے کے بچانے کی طاقت نہیں پاتا اور اس لئے مایوس ہو کر اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیتا ہے۔ بے شک انسانی ہمدردی عمدہ چیز ہے اور دوسروں کے بچانے کے لئے تکلیف اٹھانا بڑے بہادروں کا کام ہے مگر کیا ان تکلیفوں کے اٹھانے کی یہی راہ ہے جو یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔

کاش اگر یسوع خودکشی سے اپنے تئیں بچاتا اور دوسروں کے آرام کے لئے معقول طور پر عقلمندوں کی طرح تکلیفیں اٹھاتا تو اس کی ذات سے دنیا کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً ایک غریب آدمی گھر کا محتاج ہے اور معمار لگانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس صورت میں اگر ایک معمار اس پر رحم کر کے اس کا گھر بنانے میں مشغول ہو جائے اور بغیر لینے اجرت کے چند روز سخت مشقت اٹھا کر اس کا گھر بنا دیوے تو بیشک یہ معمار تعریف کے قابل ہوگا اور بیشک اس نے ایک مسکین پر احسان بھی کیا ہے جس کا گھر بنا دیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس شخص پر رحم کر کے اپنے سر پر پتھر مار لے تو اس غریب کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ افسوس دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو نیکی اور رحم کرنے کے معقول طریقوں پر چلتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ یسوع نے اس خیال سے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے درحقیقت خودکشی کی ہے تو یسوع کی حالت نہایت ہی لائق رحم ہے اور یہ واقعہ پیش کرنے کے لائق نہیں بلکہ چھپانے کے لائق ہے۔

اگر ہم عیسائیوں کے اس اصول کو لعنت کے مفہوم کے رو سے جانچیں جو مسیح کی نسبت تجویز کی گئی ہے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اصول کو قائم کر کے عیسائیوں نے یسوع مسیح کی وہ بے ادبی کی ہے جو دنیا کی کسی قوم نے اپنے رسول یا نبی کی نہیں کی ہوگی کیونکہ یسوع کا لعنتی ہو جانا گو وہ تین دن کے لئے ہی سہی عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے اور اگر یسوع کو لعنتی نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کے رو سے کفارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہو جاتے ہیں گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر لعنت ہی ہے۔

اور یہ باتیں جو یسوع نوع انسان کی محبت کے لئے دنیا میں بھیجا گیا اور نوع انسان کی خاطر اس نے اپنے تئیں قربان کیا یہ تمام کارروائی عیسائیوں کے خیال میں اس شرط سے مفید ہے کہ جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یسوع اول دنیا کے گناہوں کے باعث ملعون ہوا اور لعنت کی لکڑی پر لٹکایا گیا اس لئے یسوع مسیح کی قربانی لعنتی قربانی ہے۔ گناہ سے لعنت آئی اور لعنت سے صلیب ہوئی۔ اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ لعنت کا مفہوم کسی راستباز کی طرف منسوب کر سکتے ہیں؟ سو واضح ہو کہ عیسائیوں نے یہ بڑی غلطی کی ہے کہ یسوع کی نسبت لعنت کا اطلاق جائز رکھا گو وہ تین دن تک ہی ہو یا اس سے بھی کم۔ کیونکہ لعنت ایک ایسا مفہوم ہے جو شخصِ ملعون کے دل سے تعلق رکھتا ہے اور کسی شخص کو اس وقت لعنتی کہا جاتا ہے جبکہ اس کا دل خدا سے بالکل برگشتہ اور اس کا دشمن ہو جائے۔ اس لئے لعین شیطان کا نام ہے اور اس بات کو کون نہیں جانتا کہ لعنت قرب کے مقام سے رد کرنے کو کہتے ہیں اور یہ لفظ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس کا دل خدا کی محبت اور اطاعت سے دور جا پڑے اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہو جائے۔ لفظ لعنت کے یہی معنے ہیں جس پر تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر درحقیقت یسوع مسیح پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ لعنت کے دنوں میں درحقیقت کافر اور خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور شیطان کا حصہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ پس یسوع کی نسبت ایسا اعتقاد کرنا گویا نعوذ باللہ اس کو شیطان کا بھائی بنانا ہے۔ ایک راستباز نبی کی نسبت ایسی بے باکی کوئی خدا ترس نہیں کرے گا بجز اس شخص کے جو خبیث طبع اور ناپاک طبع ہو۔

پس جبکہ یہ بات باطل ہوئی کہ حقیقی طور پر یسوع مسیح کا دل مورد لعنت ہو گیا تھا۔ پس ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایسی لعنتی قربانی بھی باطل اور نادان لوگوں کا اپنا منصوبہ ہے۔ اگر نجات اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اول یسوع کو شیطان اور خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ٹھہریا جاوے تو لعنت ہے ایسی نجات پر!!!۔ اس سے بہتر تھا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے لیکن خدا کے ایک مقرب کو شیطان کا لقب نہ دیتے۔ افسوس کہ ان لوگوں نے کیسی بیہودہ اور ناپاک باتوں پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ ایک طرف تو خدا کا بیٹا اور خدا سے نکلا ہوا اور خدا سے ملا ہوا فرض کرتے ہیں اور دوسری طرف شیطان کا لقب اس کو دیتے ہیں کیونکہ لعنت شیطان سے مخصوص ہے اور لعین شیطان کا نام ہے اور لعنتی وہ ہوتا ہے جو شیطان سے نکلا اور شیطان سے ملا ہوا اور خود شیطان ہے۔

پس عیسائیوں کے عقیدہ کی رو سے یسوع میں دو قسم کی تثلیث پائی گئی۔ ایک رحمانی اور ایک شیطانی اور نعوذ باللہ یسوع نے شیطان میں ہو کر شیطان کے ساتھ اپنا وجود ملایا اور لعنت کے ذریعہ سے شیطانی خواص اپنے اندر لئے۔ یعنی یہ خدا کا نافرمان ہوا، خدا سے بیزار ہوا، خدا کا دشمن ہوا۔

اب ناظرین انصاف فرماویں کہ کیا یہ مشن جو مسیح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی روحانی یا معقولی پاکیزگی اپنے اندر رکھتا ہے؟۔ کیا دنیا میں اس سے بدتر کوئی اور عقیدہ بھی ہوگا کہ ایک راستباز کو اپنی نجات کے لئے خدا کا دشمن اور خدا کا نافرمان اور شیطان قرار دیا جائے؟ خدا کو جو قادر مطلق اور رحیم و کریم تھا اس لعنتی قربانی کی کیا ضرورت پڑی؟

یہود میں قربانی کا مفہوم

پھر جب اس اصول کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ کیا اس لعنتی قربانی کی تعلیم یہودیوں کو بھی دی گئی ہے یا نہیں تو اور بھی اس کے کذب کی حقیقت کھلتی ہے۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں انسانوں کی نجات کیلئے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ اس کا ایک بیٹا ہو اور وہ تمام گنہگاروں کی لعنت کو اپنے ذمہ لے لے اور پھر لعنتی قربانی بن کر صلیب پر کھینچا جائے۔ تو یہ امر ضروری تھا کہ یہودیوں کے لئے توریت اور دوسری کتابوں میں جو یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں اس لعنتی قربانی کا ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ کوئی عقلمند اس بات کو باور نہیں کر سکتا کہ خدا کا وہ ازلی ابدی قانون جو انسانوں کی نجات کے لئے اس نے مقرر کر رکھا ہے ہمیشہ بدلتا رہے اور توریت کے زمانہ میں کوئی اور ہو اور انجیل کے زمانہ میں کوئی اور۔

قرآن کے زمانہ میں کوئی اور ہو۔ اب ہم جب تحقیق اور تفتیش کی نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ توریت اور یہودیوں کی تمام کتابوں میں اس لعنتی قربانی کی تعلیم نہیں ہے۔ نجات کے بارے میں توریت کی تعلیم بالکل قرآن کے مطابق ہے یعنی خدا کی طرف سچا رجوع کرنا اور گناہوں کی معافی چاہنا اور جذبات نفسانیہ سے دور ہو کر خدا کی رضا کے لئے نیک اعمال بجا لانا اور اس کے حدود اور قوانین اور احکام اور وصیتوں کو بڑے زور اور سخت کشی کے ساتھ بجا لانا یہی ذریعہ نجات ہے۔ جو بار بار توریت میں ذکر کیا گیا جس پر ہمیشہ خدا کے مقدس نبی پابندی کراتے چلے آئے ہیں اور جس کے چھوڑنے پر عذاب بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔

اب ہم مختصر طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یسوع کی قربانی کے متعلق عیسائیوں کے درمیان یہ خیال کیونکر پیدا ہوا۔ ایک ہی امر پر غور کرنے سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ عیسائیوں نے یہ عقیدہ کس طرح بنایا۔ مسیح سے پہلے جو نبی گزرے ہیں ان کے متعلق تو ہم دکھا چکے ہیں کہ انہوں نے عیسائیوں والے طریق نجات کی کبھی تعلیم نہیں دی۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ خود یسوع نے بھی اس عقیدہ کی تعلیم اپنی ساری عمر میں نہیں دی اور وہ اپنی پیدائش سے لے کر موت تک یہودی عقیدہ کا پابند رہا۔ اس کی شہادت اناجیل سے ملتی ہے۔ یسوع کی ماں کا بچہ جننے کے بعد موسوی شریعت کے مطابق قربانی کرنا۔ یسوع کا اپنا مع والدین کے یروشلم کو عیدِ فسح کے موقعہ پر جانا اور پھر صلیب سے پہلی رات اپنے تمام شاگردوں سمیت عید فسح کا منانا یہ تمام امور...... جو اناجیل میں مذکور ہیں ظاہر کر رہے ہیں بلکہ قطعی طور سے اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ پیدائش سے لے کر موت تک یسوع موسوی شریعت پر عمل کرتا رہا۔ اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا رہا اور خود کوئی نیا عقیدہ اپنی قربانی کا اس نے نہیں سکھلایا۔ یہی نہیں کہ یسوع خود ہی موسوی شریعت کے احکام کے مطابق اسی معمولی قربانی کا پابند رہا ہے بلکہ وہ تعلیم بھی اسی قربانی کی دیتا رہا۔ اور ایک لفظ تک اناجیل میں نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ یسوع یہ سمجھتا تھا کہ اس کی قربانی سے پچھلی قربانیوں کا قانون منسوخ ہو چکا ہے۔ انجیلوں کے قصے کے مطابق اس نے جب ایک مجذوم کو اچھا کیا تو اسے کہا کہ کاہن کے پاس جا اور موسیٰؑ کی شریعت کے مطابق قربانی گذران (مرقس ۱/۴۴)۔ ظاہر ہے کہ جس آدمی پر ایسا بڑا معجزہ یسوع نے دکھایا وہ اس پر ایمان بھی رکھتا ہوگا۔ لیکن باوجود ایمان کے یسوع نے اسے شریعت کے مطابق قربانی کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر اپنے پہاڑی وعظ میں جس میں عیسائیوں کو بڑا فخر ہے یسوع کہتا ہے "پس اگر تو قربانگاہ میں اپنی نذر لے جاوے اور وہاں تجھے یاد آوے کہ تیرا بھائی تجھ سے کچھ مخالفت رکھتا ہے تو وہاں اپنی نذر قربانگاہ کے سامنے چھوڑ کے چلا جا۔ پہلے اپنے بھائی سے میل کر تب آ کے اپنی نذر گذران"۔ (متی ۵/۲۳-۲۴)۔ یہ یسوع کی صاف صاف تعلیم ہے۔ علاوہ ازیں اس کی اس تعلیم میں جو اناجیل میں موجود ہے ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہی سمجھا جاوے کہ یہودیوں میں قربانی کے اصول پر اس نے کوئی نئی روشنی ڈالی ہو یا اس کا بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی نسبت کوئی عمدہ فلسفہ بیان کیا ہو۔

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہود کے اندر قربانی کا مسئلہ ایک سطحی مسئلہ یا روحانیت سے خالی تھا۔ بلکہ انبیاء نے قربانی کی اصل حقیقت کو ان پر خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر منکشف کر دیا تھا۔ بعنوان "روحانیت مسئلہ قربانی"۔ جیوئش انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ پر لکھا ہے "موسوی شریعت میں قربانی کا خون گرانے کا یہ مطلب تھا کہ خدائے تعالیٰ سے دوبارہ تعلق قائم کیا جاوے اور روح اور اس کے خالق کے درمیان بعد کو دور کر کے پھر صلح پیدا ہو۔

نان —— نان —— نان

ہمارے آٹومیٹک پلانٹ پر حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق اعلیٰ اور معیاری نان تیار کئے جاتے ہیں
اور پلاسٹک کی فلم میں seal کئے جاتے ہیں۔ شادی بیاہ اور فیملی پیک پر خاص رعایت۔
برطانیہ اور یورپ میں ڈسٹری بیوٹرز کی ضرورت ہے۔ فری نمونہ کے لئے رابطہ کریں

Shalimar Foods

Tel: 01420 488866 —— Fax: 01420 474999

اس لئے اس قسم کی قربانی کے ساتھ گناہوں کا اقرار بھی لازمی تھا جن گناہوں کے کفارہ کے طور پر قربانی دی جاتی تھی.........یا جیساکہ فائلو کہتا ہے "یہ غرض بغیر توبہ کے خلوص کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یعنی صرف الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال سے اور ایسی تسلیم سے جو اسے بیماری سے شفا دے اور اس کی صحت کو قائم کرے"۔ اور پھر لکھا ہے "در آنحالیکہ قربانی کی رسومات صرف لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور انسان کی گنہگاری کے خطرناک نتائج کا اثر پیدا کرنے والی تھیں گناہوں کے کفارہ کا خیال انبیا کی زندگی اور تعلیم میں ایک بڑے گہرے اور روحانی معنے حاصل کر چکا تھا۔ ہوسیع، عاموس، میکہ اور فرقی ایل نے توبہ کے سوا کوئی ذریعہ اللہ تعالیٰ سے صلح کا اور گناہ کے بعد کو دور کرنے کا نہیں تسلیم کیا"۔ چنانچہ ہوسیع باب ۱۴ میں ہے "اے اسرائیل تو خداوند اپنے خدا کی طرف پھر کیونکہ تو اپنی بدکاری کے سبب گر گیا۔ تم کلمہ ساتھ لے کے خداوند کی طرف پھرو اور اسے کہو کہ ساری بدکاری کو دور کر اور ہمیں عنایت سے قبول کرو۔ تب ہم اپنے ہونٹوں کے بچھڑے نذر گذرانیں گے"۔ (ہوسیع ۱۴/۲۰۱)۔ اور ایسا ہی میکہ نبی کہتا ہے۔ میں کیا لے کے خداوند کے حضور میں آؤں اور خدائے تعالیٰ کے آگے کیونکر سجدہ کروں کیا سوختنی قربانیوں اور ایک سالہ بچھڑوں کو لے کر اس کے آگے آؤں گا۔ کیا خداوند ہزاروں مینڈھوں سے یا نیل کی دس ہزار نہروں سے خوش ہوگا۔ کیا میں اپنے پلوٹھے کو اپنے گناہ کے عوض اپنے پیٹ کے پھل کو اپنی جان کی خطا کے بدلے میں ڈالوں گا۔ اے انسان اس نے تجھے وہ دکھایا ہے جو کچھ کہ بھلا ہے اور خداوند تجھ سے اور کیا چاہتا ہے مگر یہ کہ تو انصاف کرے اور رحمدلی کو پیار کرے اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی سے چلے۔ (میکہ ۸،۶/۶)۔

ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا اصل عقیدہ کیا تھا اور یسوع نے نہ اس سے کچھ کم کیا اور نہ اس پر کچھ بڑھایا بلکہ اسی کا پابند رہا۔ ابتدائی زمانہ کے عیسائی بھی اپنے استاد کے قدم بقدم چلتے رہے اور ہیکل میں عبادت کرتے اور قربانیاں گذرانتے رہے جیساکہ یہودی کرتے تھے۔ بلکہ پولوس بھی جس نے آخرکار شریعت کے احکام کو چھوڑ کر نیا دین بنایا ابتدائے زمانہ میں جب اس نے عیسائی واعظ کا کام شروع کیا اسی عقیدے کا پابند تھا۔ چنانچہ فیلکس کے سامنے اس نے یہی اظہار دیا کہ میں موسوی شریعت کے مطابق عبادت کرتا اور نذر چڑھاتا اور شریعت کے سب احکام پر یقین رکھتا ہوں۔ (اعمال باب ۲۴)

عیسائیوں میں کفارہ کا تصور کب اور کیسے آیا

ان تمام باتوں پر غور کرکے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی صلیب سے کچھ عرصہ بعد تک عیسائیوں نے ہرگز کوئی نیا عقیدہ نجات کا نہیں گھڑا اور نہ ہی پچھلے عقیدہ کو منسوخ سمجھا بلکہ یہ بھی نہیں کہ صلیب سے مابعد ان کا عقیدہ بدل گیا ہو۔ اور یہ سمجھ لیا گیا ہو کہ یسوع کی قربانی نجات کے لئے ایسی کافی ہے کہ نجات کا طریقہ جو انبیاء نے سکھایا تھا وہ اس سے منسوخ ہو گیا۔ اگر یسوع اپنی موت کا واقعی کوئی ایسا اثر سمجھتا تو سب سے پہلے وہ اپنے حواریوں کو یہ تعلیم دیتا کہ میری موت سے موسیٰ کی شریعت منسوخ ہو جائے گی اور عیسائیوں کا ابتداء سے یہی عقیدہ ہوتا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ بتدریج پیدا ہوا اور بڑھتا گیا جیساکہ نئے نئے مشکلات پیش آتے گئے۔ پہلے یسوع کی قربانی کو محض استعارہ کے رنگ میں بیان کیا گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے لفظی معنے لئے گئے۔ یسوع کی ظاہری موت اس کی رسالت سے اس قدر تھوڑا عرصہ بعد اس قدر مشکلات کا سبب نہ تھی جیسے کہ اس موت کا طریق۔ موسیٰ کی شریعت نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جو صلیب پر مرے گا وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہوگا۔ یہی وہ وجہ تھی کہ یہودیوں نے سازش کی کہ مسیح کو صلیب پر مارا جائے تاکہ عوام کی یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ یسوع بہ سبب جھوٹا ہونے کے (نعوذ باللہ) خدا کی لعنت کے نیچے ہے اور اس لئے وہ ایک سچا نبی بلکہ ایک راستباز انسان بھی نہیں ہو سکتا۔ بظاہر اس مدعا میں یہودی کامیاب بھی ہو گئے اور اس واسطے جب وہ عیسائیوں کو بار بار یہ طعنے دینے لگے کہ تمہارا مرشد خدا کی لعنت کے نیچے ہے تو عیسائی مجبور ہوئے کہ اس کی صلیب کے لئے کوئی توجیہ پیدا کریں یعنی یہ توجیہ ان کو سوجھ گئی کہ یسوع لوگوں کی خاطر قربان ہوا اور انہی کی خاطر ملعون ہوا۔ اور جب ایک دفعہ یہ توجیہ کارگر معلوم ہوئی تو پھر دن بدن اس کا اثر زیادہ پھیلنا شروع ہو گیا۔ یہ خیال بھی توریت سے ہی لیا گیا جہاں انبیاء کے اپنی امتوں کی خاطر طرح طرح کے مصائب برداشت کرنے کا ذکر ہے۔ انبیاء بھی اپنی امتوں کے گناہوں کے لئے معافی چاہتے تھے مگر نہ خودکشی کر کے بلکہ روزے اور عبادت اور دعا اور شفاعت کے ذریعہ۔ چنانچہ جب موسیٰ کی قوم نے بچھڑوں کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوا اور ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ تب موسیٰ خدا کے آگے روئے اور تضرع کیا اور دعا کی کہ اس عذاب کو اس کی قوم کے سر سے ٹال دیا جائے اور ان کا گناہ معاف کر دیا جائے۔ تب حضرت موسیٰ کی شفاعت اللہ تعالیٰ نے قبول کر کے بنی اسرائیل کے گناہ کو معاف کیا (خروج ۳۲:۳۰)۔ یہ معنے تھے راستبازوں کے گنہگاروں کی خاطر مصائب برداشت کرنے کے اور ہر ایک عقلمند انسان آسانی سے اس کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن عیسائیوں کو جب سخت مشکلات کا سامنا ہوا تو انہوں نے اسی خیال سے ایک پرلے درجہ کا بیہودہ عقیدہ بنا لیا کہ ایک انسان باقی دنیا کے لئے خودکشی کر کے ان کو نجات دے سکتا ہے اور خود ان کی ساری لعنتیں اٹھا لیتا ہے۔ اور جو نتائج سزا اور عذاب کے گنہ گاروں نے بھگتنے تھے وہ خود بھگت سکتا ہے یعنی خدا سے بیگانہ ہو جاتا ہے، بیزار ہو جاتا ہے، اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور شیطان کا بھائی بن جاتا ہے۔

پھر جب اس عقیدہ کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ باوجودیکہ توریت کی متوارث اور قدیم تعلیم کی مخالفت کی گئی اور ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور ایک راستباز کے دل کو لعنتی اور خدا سے دور اور مہجور اور شیطان کا ہم خیال ٹھہرایا گیا پھر ان سب خرابیوں کے ساتھ اس لعنتی قربانی کو قبول کرنے والوں کے لئے فائدہ کیا ہوا۔ کیا وہ گناہ سے باز آ گئے یا ان کے گناہ بخشے گئے تو اور بھی اس عقیدہ کی لغویت ثابت ہوتی ہے کیونکہ گناہ سے باز آنا اور سچی پاکیزگی حاصل کرنا تو بداہت خلاف واقعہ ہے کیونکہ یسوع کے حواریوں سے بھی ایمان لانے کے بعد قابل شرم گناہ سرزد ہوئے اور یورپ میں جو آج کل شرابخوری اور زناکاری کا طوفان برپا ہے اسے لکھنے کی حاجت نہیں۔

اب دوسرا شق یہ ہے کہ اگر گناہ رک نہیں سکتے تو کیا اس لعنتی قربانی سے ہمیشہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ گویا یہ ایک نسخہ ہے کہ ایک طرف ایک بدمعاش ناحق کا خون کر کے یا چوری کر کے یا جھوٹی گواہی سے کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہنچا کر اور یا کسی کے مال کو غبن کے طور پر دبا کر اور پھر اس لعنتی قربانی پر ایمان لا کر خدا کے بندوں کے حقوق کو ہضم کر سکتا ہے اور ایسا ہی زناکاری کی ناپاک حالت میں ہمیشہ رہ کر صرف لعنتی قربانی کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے قہری مواخذہ سے بچ سکتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ اس سے تو کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا اور مذہب کی آڑ میں ہر قسم کی بدمعاشی جائز ہو جاتی ہے علاوہ ازیں کفارے کے عقیدے کو ان ہر دو نتائج سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ یہ ایک لغو خیال ہے کہ جب ایک انسان یہ خیال کرے کہ یسوع اس کی خاطر مر گیا ہے تو وہ گناہ سے بچ جاتا ہے یا گناہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ گناہ کیا چیز ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔

غرضیکہ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ یسوع کی قربانی نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے یا انسان کو پاک زندگی عطا کر سکتی ہے۔ بلکہ سچا عقیدہ یہی ہے کہ انسان کے اپنے نفس اور خواہشات کی قربانی ہی اسے اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا سکتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ عیسائیوں میں اچھے لوگ بالکل نہیں بلکہ ہمارا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ ان میں سے نیکی پر قائم ہیں وہ ایک کم درجہ کی نیکی ان کی فطرتی سعادت کے سبب سے ہے نہ کفارہ سے۔ لیکن مذہب کے اثر کے رو سے کسی قوم کا اچھا بن جانا، کسی مذہب کو کسی قوم کی شائستگی کا اصل موجب قرار دینا اس وقت ثابت ہوگا کہ اس مذہب کے بعض کامل پیرووں میں اس قسم کے روحانی کمال پائے جائیں جو دوسرے مذہب میں ان کی نظیر نہ مل سکے۔ سو ہم زور سے کہتے ہیں کہ یہ خاصہ اسلام میں ہے۔ اسلام نے ہزاروں لوگوں کو اس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا خدا کی روح ان کے اندر سکونت رکھتی ہے۔ قبولیت کی روشنی ان کے اندر ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ گویا وہ خدا کی تجلیات کے مظہر ہیں۔ یہ لوگ ہر ایک صدی میں ہوتے رہے ہیں اور ان کی پاک زندگی بے ثبوت نہیں اور نرا اپنے منہ کا دعویٰ نہیں بلکہ خدا گواہی دیتا رہا ہے کہ ان کی پاک زندگی ہے۔ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اعلیٰ درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کی دعا سنتا اور ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور پیش از وقت ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے اور ان کی تائید کرتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں اسلام میں ایسے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں یہ نمونہ دکھلانے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں جن پر یہ تمام برکات اکمل اور اتم طور پر نازل ہو رہی ہیں۔ مگر عیسائیوں میں یہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو انجیل کے قرار دادہ نشانیوں کے موافق اپنا حقیقی ایمان اور پاک زندگی ثابت کر سکتے ہیں؟

ہر ایک چیز اپنی نشانیوں سے پہچانی جاتی ہے جیساکہ ہر ایک درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اور اگر پاک زندگی کا صرف دعویٰ ہی ہے اور کتابوں کے مقرر کردہ نشان اس دعویٰ پر گواہی نہیں دیتے تو یہ دعویٰ باطل ہے۔ کیا انجیل نے سچے اور واقعی ایمان کی کوئی نشانی نہیں لکھی؟ کیا اس نے ان نشانوں کو فوق العادت کے رنگ میں بیان نہیں کیا؟ پس اگر انجیلوں میں سچے ایمانداروں کے نشان لکھے ہیں تو ہر ایک عیسائی پاک زندگی کے مدعی کو انجیل کے نشانوں کے موافق آزمانا چاہئے۔ ایک بڑے بزرگ پادری کا ایک غریب سے غریب مسلمان کے ساتھ روحانی روشنی اور قبولیت میں مقابلہ کر کے دیکھ لو تو معلوم ہوگا کہ حقیقی ایمان واقعی پاک زندگی جو آسمانی روشنی سے حاصل ہو بجز اسلام کے کسی طرح نہیں مل سکتی۔ یہ پاک زندگی جو اہل اسلام کو ملی ہے یہ صرف منہ کی لاف و گزاف نہیں۔ اس پر آسمانی گواہیاں ہیں۔ کوئی پاک زندگی بجز آسمانی گواہی کے ثابت نہیں ہو سکتی اور کسی کے چھپے ہوئے نفاق اور بے ایمانی پر ہم اطلاع نہیں پا سکتے۔ ہاں جب آسمانی گواہی والے پاک دل لوگ کسی قوم میں پائے جائیں تو باقی تمام قوم کے لوگ بظاہر پاک زندگی نما بھی پاک زندگی والے سمجھے جائیں گے کیونکہ قوم ایک وجود کے حکم میں ہے اور ایک ہی نمونہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس قوم کو آسمانی پاک زندگی مل سکتی ہے۔

(بشکریہ: ریویو آف ریلجینز (اردو) جلد ۳ نمبر ۵۔ مئی ۱۹۰۴ء)

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,
Wills & Probate, Criminal Litigation
Contact: Anas Ahmad Khan
204 Merton Road London SW18 5SW
Tel: 0181-333-0921 \ 0181-448-2156
Fax: 0181-871-9398

بقیہ:ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف از صفحہ نمبر ۴

بھی پکار اٹھا کہ اسلام کی یہ تصویر نہایت خوبصورت اور دلکش ہے اور اس صورتحال نے لازماً لوگوں کو آپ کی طرف کھینچا۔

پانچواں بڑا سبب آپ کا وہ جہاد تھا جو آپ اسلام کی خدمت میں دن رات کر رہے تھے۔ آپ کی یہ والہانہ خدمت بڑے سے بڑے دشمن کی زبان سے بھی یہ الفاظ نکلواتی تھی کہ یہ شخص اسلام کا بے نظیر فدائی اور اس کا عاشق زار ہے جسے دن رات اسلام کی خدمت کے سوا کوئی خیال نہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر سمجھدار لوگ ایک گہرے فکر میں پڑ جاتے تھے کہ ایک طرف تو مرزا صاحب علماء کی نظر میں کافر اور بے دین ہیں اور دوسری طرف انہیں اسلام کا اس قدر درد ہے کہ بے دین کہنے والے تو پڑے سوتے ہیں مگر مرزا صاحب ہر قسم کے آرام کو اپنے اوپر حرام کر کے اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس پر جو لوگ سعید الفطرت تھے وہ مجبور ہو کر آپ کی طرف کھنچے آتے تھے۔

چھٹا بڑا سبب وہ نیک اثر تھا جو آپ نے اپنی جماعت میں پیدا کیا جس کی وجہ سے آپ کا ہر متبع خدمت دین کا متوالا ہو رہا تھا۔ لوگ دیکھتے تھے کہ پہلے ایک انسان بے دین اور اسلامی تعلیم سے ٹھٹھا اور ہنسی کرنے والا ہوتا ہے لیکن جونہی کہ وہ آپ کی جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ ایک دیندار، خدا سے ڈرنے والا، اسلام سے محبت کرنے والا، اسلام کی تعلیم پر دلی شوق سے عمل کرنے والا اور اسلام کی خدمت میں اپنی روح کی غذا پانے والا بن جاتا ہے۔ اس نظارے کو دیکھ کر ان کے دل کہتے تھے کہ یہ پاک پھل ایک گندے درخت سے پیدا نہیں ہو سکتا۔

یہ وہ اسباب تھے جو آپؑ کی تائید میں کام کر رہے تھے مگر مخالف بھی خالی ہاتھ نہیں تھا کیونکہ شیطان نے اس کے ہاتھ میں بھی کچھ گولہ بارود دے رکھا تھا۔ چنانچہ مخالفت کے موٹے موٹے اسباب یہ تھے:

(۱)...... حضرت مسیح موعودؑ کے بہت سے عقائد اور خیالات موجود الوقت مسلمانوں کے معروف عقائد کے خلاف تھے مثلاً مسیح کی وفات کا عقیدہ، اصل مسیح ناصری کی بجائے کسی مثیل مسیح کا نزول، مسیح اور مہدی کا ایک ہی ہونا، خونی اور جنگی مہدی سے انکار، جہاد بالسیف کی ممانعت، ملائکۃ اللہ کے نزول کی تشریح، دجال کی تشریح وغیرہ وغیرہ۔ ان اختلافات کی وجہ سے عوام آپ کو اسلام سے منحرف اور دین میں ایک نئی راہ نکالنے والا خیال کرتے تھے اور آپ کی باتوں پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

(۲)...... مسلمان علماء کا یہ فتویٰ کہ آپ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور آپ سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں عوام کے رستے میں ایک بھاری روک تھی۔

(۳)...... آپ کی بعض پیشگوئیوں میں وہ بادل کا سایہ جو خدا کی طرف سے ایک ابتلا اور آزمائش کے طور پر رکھا جاتا ہے اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے معیار میں اختلاف جو آپ کے اور آپ کے مخالف علماء میں پایا جاتا تھا وہ بھی عوام الناس کے لئے ایک روک تھا۔ یعنی آپ یہ فرماتے تھے کہ چونکہ خدا کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے توبہ و استغفار سے عذاب ٹل جاتا ہے اور اسی لئے وعید کی پیشگوئیاں بعض اوقات جبکہ دوسرا فریق خائف ہو کر دب جاوے ٹل جایا کرتی ہیں۔ اور آپ دوسرے نبیوں کے حالات میں ان کی مثالیں بھی دیتے تھے مگر آپؑ کے مخالف یہ کہتے تھے کہ نہیں بلکہ وعدہ ہو یا وعید جو بھی پیشگوئی کے الفاظ ہوں وہ بہرحال اپنی ظاہری صورت میں پورے ہونے چاہئیں۔

(۴)...... آپ کو ماننے سے ایک تلخی اور قربانی کی زندگی اختیار کرنی پڑتی تھی جس کے لئے اس زمانہ کے مسلمان اور دوسرے لوگ تیار نہیں تھے۔

(۵)...... وہ قدرتی تعصب جو ہر نئے سلسلہ کے متعلق ہوا کرتا ہے وہ آپ کے سلسلہ کے متعلق بھی کام کر رہا تھا۔

ان اسباب کی وجہ سے آپ کی جماعت کی رفتار ترقی ابتداء میں بہت دھیمی تھی اور ایک رسہ کشی کی سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ مگر پھر بھی باوجود خطرناک مخالفت کے آپ کی جماعت آہستہ آہستہ قدم بقدم (مگر اس طرح کہ اگلا قدم پچھلے قدم کی نسبت کسی قدر تیز اٹھتا تھا) کامیابی کی چوٹی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ مخالفت کی طاقتیں جماعت احمدیہ کو زور کے ساتھ نیچے کھینچ رہی تھیں۔ خدائی ابتلاؤں کے بادل بھی ان پر بعض اوقات اندھیرا کر دیتے تھے اور گاہے گاہے ان کی اپنی کمزوریوں سے بھی ان کا سانس پھولنے لگتا تھا مگر انچ انچ، چپہ چپہ، بالشت بالشت، انکا قدم اوپر اٹھتا جا رہا تھا اور جس طرح آنحضرت ﷺ کا دل بدر کی جنگ میں جو اسلام اور کفر کی موت وحیات کی جنگ تھی آپ کے سینہ میں اچھلتا اور گرتا تھا اور آپ بے چین ہو کر یہ دعا کر رہے تھے کہ "اے میرے آقا اگر آج یہ چھوٹی سی جماعت اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو پھر دنیا کے پردے پر تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا"۔ اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا دل انتہائی اضطراب اور کرب میں خدا کی رحمت کے ہاتھ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کب آپ کی طرف لمبا ہوتا ہے۔

اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ اس وقت تک جماعت احمدیہ کی تعداد قریباً تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور یہ تعداد صرف پنجاب تک محدود نہیں تھی بلکہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائی جاتی تھی۔ مثلاً صوبہ سرحد، کشمیر، یوپی، بمبئی، حیدر آباد دکن، مدراس، بہار، بنگال وغیرہ میں جماعت قائم ہو چکی تھی اور ہندوستان سے باہر بھی مشرقی افریقہ میں احمدیت کا خمیر پہنچ چکا تھا اور خال خال احمدی عرب وغیرہ ممالک میں بھی پائے جاتے تھے اور اس اشاعت کا باعث بیشتر طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات تھیں۔ اور دوسرے درجہ پر آپ کے مخلصین کی تبلیغی کوششیں بھی اس میں ممد ہوئی تھیں جن میں سے ہر فرد ایک پرجوش مبلغ تھا"۔(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۷)

آج سو سال بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے

جماعت ایک سو ساٹھ سے زائد ممالک میں قائم ہو چکی ہے اور اللہ کی نصرت و تائید اور زمینی و آسمانی نشانات سے تقویت پاتے ہوئے بڑے مضبوط قدموں کے ساتھ اور تیز رفتاری کے ساتھ شاہراہ غلبۂ اسلام پر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ جس طرح اس کی ترقی کے نئے نئے ذرائع خدا تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائے ہیں یہ سبؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہی کی دعاؤں اور محنتوں کا فیض ہے۔ گو آج آپ بنفس نفیس ہم میں موجود نہیں مگر آپ سے کئے گئے الٰہی وعدوں کے مطابق ہم قدرت ثانیہ یعنی خلافت حقہ کی برکات سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ مخالفین کی زمین کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور اب ہر سال کروڑہا بندگان خدا دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

جس نے آنا تھا وہ آیا وقت پر

آؤ ہم "معبود" کی باتیں کریں ... اپنے اس مسجود کی باتیں کریں
اوّل و آخر وہی ہے بالیقیں ... نور ہست و بود کی باتیں کریں
ظاہر و باطن وُہی ہے ہر طرف ... غائب و موجود کی باتیں کریں
خالق و مالک وہی ربّ کریم ... ذاتِ لا محدُود کی باتیں کریں
سرورِ عالم محمدؐ مصطفٰی ... حامد و محمود کی باتیں کریں
مُوجبِ تکوین و تخلیقِ جہاں ... شاہد و مشہود کی باتیں کریں
دولتِ قرآن دی اس نے ہمیں ... شاہؐ لطف و جُود کی باتیں کریں
انبیاء سب قابلِ صد احترام ... لوط، صالح، ھُود کی باتیں کریں
ہو گئے واضح نشاناتِ ظہور ... مہدیٔ معہود کی باتیں کریں
وہ ہے تصدیقِ محمدؐ سر بسر ... احمدِ موعود کی باتیں کریں
لشکرِ جالوت کو پسپا کیا ... وقت کے داؤد کی باتیں کریں
جس نے آنا تھا وہ آیا وقت پر ... اب نہ کچھ بے سود کی باتیں کریں
مہدیٔ موعود کے لختِ جگر ... حضرتِ محمود کی باتیں کریں
"حُسن و احساں" میں مسیحا کا نظیر ... "مصلح موعود" کی باتیں کریں
پھر ظہور "نَافِلَةً لَّکَ" ہوا ... طاہر مسعود کی باتیں کریں
چھوڑ کر دنیائے دُوں کی گفتگو ... دین کی بہبود کی باتیں کریں
شادؔ ہم نے پا لیا ہے لا کلام ... "گوہرِ مقصود" کی باتیں کریں

(محمد ابراہیم شادؔ)

بقیہ:حاصل مطالعہ از صفحہ ۱۶

یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں ہے۔ اور جو شخص ہماری طرف یہ منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریمؐ کے ذریعہ فیض برکات پاتے ہیں اور قرآن شریف کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے خلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔ **اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے**"۔(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۴)

مصطفٰیؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

TOWNHEAD PHARMACY
31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
FOR ALL YOUR PHARMAECUTICAL NEEDS
Tel: 0141-211-8257
Fax: 0141-211-8258

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم اور دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ اردو یا انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں رسائل بھجوانے والوں سے درخواست ہے کہ براہ کرم اہم مضامین اور اعلانات کا خلاصہ اردو یا انگریزی میں بھی ارسال فرمایا کریں۔ رسائل ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST,6 HARDWICKS WAY,
LONDON SW18 4AJ U.K.

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے انعامی چیلنج

اکثر علمی اور دینی حلقوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی شدید مخالفت کی گئی اور آپؑ کی طرف سے تقسیم کئے جانے والے خزائن کو قبول کرنے سے انکار کردیا گیا۔ حضورؑ نے اپنے علم کلام کی فوقیت کو اس طرح بھی ثابت کیا کہ مختلف مسائل پر انعامی چیلنجوں کا اعلان کیا مگر کسی کو انہیں قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ چیلنج گزشتہ سو سال سے قائم ہیں۔ ماہنامہ "انصاراللہ" کے مئی تا اگست ۹۹ء کے شماروں میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انعامی چیلنج مکرم جاوید احمد جاوید صاحب نے اپنے مضمون میں بیان کئے ہیں۔

حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ جلد اول" میں فرقان مجید کی حقانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کے منکرین کو دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیا کہ وہ آپؑ کے دلائل کے مقابلہ میں اپنی الہامی کتاب سے پانچواں حصہ ہی دلائل کا پیش کردے یا آپؑ کے بیان کردہ دلائل کو ہی توڑ دے۔

حضورؑ نے "سرمہ چشم آریہ" کے دلائل کا رڈ لکھنے پر پانسو روپے کے انعامی چیلنج کا اعلان فرمایا۔ اسی طرح وید سے وصال الٰہی اور لذات روحانی ثابت کرنے پر سو روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

نیز کتاب "پرانی تحریریں" میں مسئلہ تناسخ کے بارہ میں حضورؑ کے دلائل وید سے اور اپنی عقل سے توڑنے والے کیلئے پانسو روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے توفّی کے معنے قبض جسم ثابت کرنے والے کیلئے "ازالہ اوہام" میں ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ نیز توفّی کے معنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ثابت کرنے والے کیلئے بھی ہزار روپے کے انعام کا اعلان فرمایا۔ نیز مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کیلئے بھی ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا اگر وہ ثابت کردیں کہ الدجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

حضورؑ نے "کرامات الصادقین" میں مولوی بٹالوی صاحب اور دیگر علماء کو عربی قصائد اور عربی تفسیر کا جواب لکھ سکنے پر ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ نیز اپنے قصائد اور تفسیر کے بالمقابل حضورؑ کے قصائد اور تفسیر میں غلطیوں پر فی غلطی پانچ روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

اسی طرح اپنی کتاب "نورالحق حصہ دوم" میں پادری عمادالدین اور شیخ محمد حسین بٹالوی کیلئے بالمقابل کتاب لکھنے پر پانچ ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ اسی کتاب میں پہلی تین راتوں کے چاند کو قمر ثابت کرنے پر ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان بھی فرمایا اور ماہ رمضان میں کسوف خسوف کا نشان کسی اور مدعی کے حق میں ثابت کرنے والے کیلئے بھی ایک ہزار روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے "انجام آتھم" میں عیسائیوں کے مقابل پر خدائی فیصلہ حضورؑ کے حق میں نہ ہونے کی صورت میں دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

پھر "سراج منیر" کے سرورق پر یسوع کے نشان کو حضور علیہ السلام کے نشانوں سے قوت، ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان فرمایا۔

اور "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" میں سورۃ فاتحہ کے مقابل پر تورات اور انجیل میں خواص الوہیت ظاہر کرنے پر پانسو روپے انعام کا اعلان فرمایا اور فرمایا "اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو تو جس قدر ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اُن کی درخواست پر بڑھادیں گے"۔

نیز "کتاب البریہ" میں حضرت سیدالکونین ﷺ کے ادنیٰ غلام کے الہامات کے مقابل پر یسوع کے کلمات سے ان کی خدائی ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا اور اسی کتاب میں کسی حدیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت کرنے والے کیلئے بیس ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

حضورؑ نے "البلاغ۔ فریاد درد" میں ایسے شخص کیلئے ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا جو یہ ثابت کردے کہ بدگوئی کی بنیاد حضورؑ کی طرف سے ڈالی گئی تھی۔

حضورؑ نے "روحانی خزائن" جلد ۱۵ میں توفّی کے موت کے علاوہ کوئی اَور معنے آنحضرت ﷺ کے الفاظ قدسیہ میں پیش کرنے والے کے لئے بھی پانسو روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

حضورؑ کی طرف سے جن علماء کو علمی مقابلوں کے چیلنج دیئے گئے ان میں مولوی عبدالحق غزنوی کو "تحفہ غزنویہ" میں ایک ہزار اور پیر صاحب گولڑہ کیلئے ایک اشتہار میں پچاس روپیہ کا اعلان فرمایا۔ اور "ضمیمہ تحفہ گولڑویہ" میں پانسو روپے کے انعامی چیلنج کا اعلان فرمایا۔

نیز "نزول المسیح" میں پیر مہر علی شاہ کو بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے بعد حضورؑ کی تفسیر میں غلطیاں نکالنے کی صورت میں پانچ روپیہ فی غلطی انعام دینے کا اعلان فرمایا اور پیر مہر علی شاہ اور علی حائری صاحب کیلئے انشاء پردازی اور نظم اور نثر میں مقابلہ کرنے پر ایک ایک سو روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

"اعجاز احمدی" میں مولوی ثناء اللہ اور ان کے مددگاروں کیلئے بالمقابل قصیدہ اور اردو عبارت بناکر شائع کرنے پر دس ہزار روپے انعام کا اعلان فرمایا اور "ضمیمہ نزول المسیح" میں مولوی ثناء اللہ کو قادیان آکر پیشگوئیوں کی پڑتال کرنے کی دعوت دی اور ہر جھوٹی ثابت ہونے والی پیشگوئی پر ایک ایک سو روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔

حضرت اقدسؑ نے اُس شخص کیلئے ہزار روپیہ انعام کا اعلان "نسیم دعوت" میں فرمایا جو برٹش انڈیا کے آریہ سماجیوں میں ایسے پانچ فیصد پنڈتوں کی موجودگی ثابت کردے جو چاروں وید سنسکرت میں جانتے ہوں۔ اسی طرح عرش کو قرآن کریم سے جسمانی اور مخلوق چیز ثابت کرنے والے آریہ کیلئے بھی ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر آریہ صاحبان قرآن شریف کی ایک بات کو ہی رڈ کرسکیں تو جو تاوان چاہیں ہم پر لگالیں۔

حضورؑ نے "تذکرۃ الشہادتین" میں اُس کیلئے ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ فرمایا جو اُس شخص کی پیشگوئیوں کو حضورؑ کی پیشگوئیوں کے مقابل پر صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کرسکے جس کا آسمان سے اترنا خیال کرتا ہے۔

پھر "ضمیمہ براہین احمدیہ" میں بیان کردہ قرائن میں توفّی کے معنے سوائے موت کے ثابت کرنے والے کیلئے دو سو روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

اور "چشمہ معرفت" میں وید سے پرمیشر کا دائمی نجات دہندہ ثابت کرنے والے آریہ کیلئے ایک ہزار روپیہ اور وید کے رو سے پرمیشر کا وجود ثابت کرنے والے کیلئے دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے "چشمہ معرفت" میں آریہ صاحبان کو اس شرط پر کہ اگر وہ وید میں سے خدا کی ہستی اور توحید کے ایسے دلائل دکھادیں جو قرآن شریف نے لکھے ہیں، ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان فرمایا۔

حضورؑ نے اپنے رسالہ "سرّالخلافہ" میں اس کتاب کا جواب دینے پر شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے علماء کو ستائیس روپیہ انعام دینے کا اعلان فرمایا۔ نیز اپنے ایک اشتہار میں ان کو اپنی کتب "نورالحق"، "کرامات الصادقین" اور "سرّالخلافہ" کا جواب لکھنے پر انعام کا اعلان یہ فرمایا کہ آپکے عربی رسالہ کے مقابل پر میرے رسالہ میں جتنی غلطیاں زیادہ ہونگی فی غلطی ایک روپیہ آپ کو دیا جائے گا۔

"ضمیمہ انوارالاسلام" میں حضورؑ نے پادری عبداللہ آتھم کے لئے اس اقرار پر ایک ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان فرمایا کہ وہ عظمت اسلام سے خائف نہیں ہوا۔ پھر یہ انعام دو ہزار روپیہ کردیا گیا کہ اگر آتھم مذکورہ اقرار کی جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھالے۔ پھر تین ہزار روپیہ انعام کا بھی اعلان فرمایا اور پھر چار ہزار روپیہ انعام کا بھی اعلان فرمایا لیکن آتھم کو یہ قسم کھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضورؑ نے اپنی کتاب "ضیاء الحق" میں آریہ یا دیگر مخالفین کیلئے عربی زبان کے مقابل سنسکرت کی خوبیاں ثابت کرنے پر پانچ ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

نیز اپنی کتاب "انجام آتھم" میں عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دیتے ہوئے دو ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان بھی فرمایا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے سورۃ فاتحہ کے حقائق و معارف کے مقابل پر عیسائی دنیا کو دیئے جانے والے پانسو روپے کے چیلنج کو آج تک کسی نے قبول کرنے کی جرأت نہیں کی۔ تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۱۹۶۶ء میں اس چیلنج کو دہراتے ہوئے اسکی انعامی رقم میں سو گنا اضافہ کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف سے جو توفّی کے لفظ کے بجز وفات اور قبض روح کے کسی اور معانی میں استعمال کو قرآن، حدیث یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے ثابت کرنے والے کیلئے ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۴ء کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں یہ چیلنج دہراتے ہوئے انعامی رقم ایک کروڑ روپیہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:-

"مَیں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مل کر اگر مسیح کو اتار دو صدی سے پہلے پہلے، تو مَیں تم میں سے ہر ایک کو کروڑ روپیہ دوں گا ...... جماعت احمدیہ کے خزانے ختم نہیں ہوں گے اور تمہیں کروڑ کروڑ کی تھیلیاں عطا کرتے جائیں گے مگر تمہارے نصیب میں آسمان سے ایک کوڑی کا بھی فیض نہیں"۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ ۱۲۸۰ھ میں باغپت ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام انتظار حسین تھا اور آپ کے والد محترم مشتاق احمد عرف محمد ابراہیم بہت عبادت گذار بزرگ تھے جنہوں نے اپنے بیٹے کے قبول احمدیت کے بعد خود بھی حضور علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کرلیا (تاہم یہ علم نہیں ہے کہ انہیں حضورؑ کی زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی یا نہیں)۔

حضرت منشی صاحبؓ نے مکتبی سکولوں میں ۱۷ سال کی عمر میں فارسی اور درسی کتب کی تکمیل کرلی اور پھر اپنے چچا حافظ حامد اللہ صاحب کے پاس قصبہ سلطان پور ریاست کپورتھلہ چلے آئے جو

تحصیلدار تھے۔ آپؓ وہاں اپیل نویس مقرر ہوئے۔ حضرت اقدسؑ سے آپؓ کی پہلی ملاقات ۱۸۸۳ء میں ہوئی اور پھر عقیدت اتنی بڑھی کہ اپنے دو ساتھیوں حضرت منشی اروڑے خانصاحب اور حضرت محمد خانصاحب کے ہمراہ حضورؑ کی خدمت میں بیعت لینے کی درخواست کردی۔ چونکہ ابھی حضورؑ کو بیعت لینے کا اذن نہیں تھا اس لئے حضورؑ نے انکار کردیا اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوا تو حضورؑ نے ان سب کو بذریعہ خط اس کی اطلاع دی اور ان تینوں دوستوں نے ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں حاضر ہو کر بیعت کرلی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کے بارہ میں حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں تحریر فرمایا: "حبی فی اللہ منشی ظفر احمد صاحب یہ جوان صالح، کم گو اور خلوص سے بھرا دقیق فہم آدمی ہے۔ استقامت کے آثار و انوار اس میں ظاہر ہیں۔ وفاداری کی علامات اور امارات اس میں پیدا ہیں۔ ثابت شدہ صداقتوں کو خوب سمجھتا ہے اور ان سے لذت اٹھاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت رکھتا ہے اور ادب جس پر تمام مدار حصول فیض کا ہے اور حسن ظن جو اس راہ کا مرکب ہے دونوں سیرتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء"

حضورؑ نے آپؓ کا نام ۳۱۳؍اصحاب میں نویں نمبر پر تحریر فرمایا ہے۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۸؍مئی ۱۹۹۹ء میں آپؓ کا ذکر خیر مکرم غلام مصطفیٰ تبسم صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

ایک دفعہ حضرت منشی صاحبؓ لدھیانہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؑ نے فرمایا کہ کیا آپؓ کی جماعت ساٹھ روپے ایک اشتہار کی اشاعت کیلئے برداشت کرلے گی۔ آپؓ نے اثبات میں جواب دیا اور پھر گھر آکر اپنی بیوی کا کچھ زیور فروخت کرکے رقم حضورؑ کی خدمت میں پیش کردی لیکن اس بات کا جماعت میں کوئی ذکر نہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد جب دیگر احمدیوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت عرصہ آپؓ سے ناراض رہے کہ آپؓ نے کیوں انہیں اس خدمت کی سعادت میں شامل ہونے سے محروم رکھا۔

جب آپؓ حضور علیہ السلام کی ڈاک کا خلاصہ تیار کرتے اور جوابات لکھا کرتے تھے تو ایک دفعہ ایک ایسا خط موصول ہوا جس پر لکھا تھا کہ اُس خط کو حضورؑ کے سوا کوئی نہ کھولے۔ آپؓ نے وہ خط اسی طرح حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؑ نے وہ آپؓ کو واپس دیتے ہوئے فرمایا: "منشی صاحب! آپ ہی اس کو پڑھیں، ہم اور آپ کوئی دو ہیں؟!"۔ حضرت اقدسؑ نے آپؓ کو اپنے دست مبارک سے بھی بعض دفعہ خطوط تحریر فرمائے۔

۲۰؍اگست ۱۹۴۱ء کو ۹۷ سال کی عمر میں آپؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت مصلح موعود ڈلہوزی میں ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ چنانچہ نماز جنازہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے پڑھائی اور قطعہ خاص میں تدفین عمل میں آئی۔

۲۲؍اگست کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے تفصیل سے حضرت منشی صاحبؓ کی سیرۃ بیان کرکے فرمایا کہ "ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنا اُن پر احسان نہیں بلکہ اپنے اوپر احسان ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس کا بدلہ دینے کیلئے اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ دعا کرنے والے کیلئے دعا کریں"۔ بعد میں حضورؓ نے حضرت منشی صاحبؓ کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپؓ کی وفات پر اپنے نوٹ میں تحریر فرمایا: "...... شمع مسیح کے زندہ جاوید پروانے منشی صاحب مرحوم ان چند خاص بزرگوں میں سے تھے جن کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کا خاص بے تکلفانہ تعلق تھا۔ کپورتھلہ کی جماعت میں، ہاں وہی جماعت جس نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں پر سے مبارک و وحید سند حاصل کی ہے کہ خدا کے فضل سے وہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ جس طرح وہ دنیا میں ساتھ رہے ہیں۔ تین بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں یعنی میاں محمد خان صاحب مرحوم، حضرت منشی اروڑا صاحب مرحوم اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم۔ یہ تینوں بزرگ حقیقتاً شمع مسیحی کے جاں نثار پروانے تھے جن کی زندگی کا مقصد اس شمع کے گرد گھوم کر جان دینا تھا۔ انتہا درجہ محبت کرنے والے۔ انتہا درجہ مخلص، انتہا درجہ وفادار، انتہا درجہ جانثار، اپنے محبوب کی محبت میں جینے والے، جن کا مذہب عشق تھا اور پھر عشق اور پھر عشق اور عشق میں انہوں نے اپنی ساری زندگیاں گزار دیں۔ کیا یہ لوگ بھی کبھی مر سکتے ہیں؟"۔

حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصریؓ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹؍مئی ۱۹۹۹ء میں حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری کے بارہ میں ایک مضمون آپؓ کے شاگرد مکرم مولانا محمد صدیق صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کا وطن موضع چھوڑیاں کلاں (ریاست پٹیالہ) تھا۔ بچپن میں ہی والد کے سایہ سے محروم ہوگئے اور پھر لدھیانہ چلے گئے۔ آپکے والد نے اپنی زندگی میں ہی ایک استاد مقرر کرکے آپ کو قرآن کریم پڑھوادیا تھا۔ چنانچہ لدھیانہ جاکر پہلے ایک مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ دہلی میں طب کی تعلیم حاصل کی اور انعام میں تمغہ بھی حاصل کیا۔ اور پھر امرتسر سے ہوتے ہوئے قادیان پہنچے جہاں حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کی صحبت میں رہے اور آپؓ ہی کے ہو رہے۔ پھر آپؓ کے حکم پر بھوپال چلے گئے اور آپؓ کے ارشاد کی تعمیل میں وہاں کی لائبریری سے کتب نقل کرکے بھجواتے رہے۔ اس دوران وہاں کی ایک مسجد میں بخاری کا درس جاری تھا جس میں شامل ہوئے تو حسب دستور معمولی وظیفہ ملنے لگا۔ تاہم کھانے کا انتظام حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ایک شناسا نے کردیا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی بعض مطلوبہ کتب جب بھوپال میں دستیاب نہ ہو سکیں اور آپؓ کو معلوم ہوا کہ وہ مصر میں مل سکتی ہیں تو آپؓ کسی کو اطلاع دیئے بغیر مصر کیلئے روانہ ہوئے اور کراچی سے ہوتے ہوئے بصرہ پہنچ گئے۔ آگے اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے پاپیادہ روانہ ہوئے اور کسی نہ کسی طرح مصر جا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بھوپال سے مصر پہنچنے کی اطلاع دی اور کتب نقل کرنے کا کام شروع کردیا۔ مصر کی لائبریری میں سیاہی لے جانے کی اجازت نہ تھی اسلئے پہلے کچی پنسل سے لکھتے اور پھر گھر آکر سیاہی سے دوبارہ نقل کرلیتے۔ ساتھ ساتھ الازہر میں بھی داخلہ لے لیا۔ اخراجات پورے کرنے کیلئے کچھ وقت پھیری لگاتے۔ دعوت الی اللہ کا کام بھی جاری رکھا۔ چند مناظرے بھی کئے اور ایک کتاب شائع کی جس میں اہل مصر کو امام وقت کی آمد کی خوشخبری دی۔ وہاں قیام کے دوران آپؓ نے زبان اور تہذیب پر کامل عبور حاصل کرلیا۔

آپؓ نے بہت سادہ زندگی بسر کی۔ سادہ مگر صاف لباس پہنتے۔ جب مکان کیلئے زمین میسر آئی تو ایک ہی کمرہ بنایا جس کی چھت سرکنڈے کی بنائی۔ کسی نے برسات کے ایام میں چھت کے ٹپکنے کا احتمال ظاہر کیا تو فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی مسجد کی چھت بھی تو کھجور کے پتوں کی تھی۔ پانی کیلئے ایک مشکیزہ لٹکا رکھا تھا جس سے چلّو میں پانی پی لیتے، گلاس بھی نہ تھا۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔

آپؓ کو عربی زبان میں کامل ملکہ حاصل تھا۔ مدرسہ احمدیہ کے باقاعدہ قیام سے پہلے عربی سکھانے کا انتظام شروع ہوا تو سب سے پہلے آپؓ کو ہی خدمت کا موقع ملا۔ مدرسہ احمدیہ کے باقاعدہ قیام پر آپؓ اس کے پہلے ہیڈماسٹر مقرر ہوئے۔ بعد میں ۱۹۴۶ء تک مدرسہ احمدیہ میں ہی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ آپؓ کا شمار جید علماء میں ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آٹھ کتب کا عربی ترجمہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صحبت کے فیض کی بدولت آپؓ حضورؓ کے گھر کے فرد ہی ہو رہے اور حضورؓ نے بھی آپؓ کو اپنا بیٹا ہی قرار دیا۔

آپؓ کی شادی ایک نہایت مخلص احمدی محترم منشی حبیب الرحمان صاحب کی بیٹی سکینہ بی بی سے ہوئی۔ منشی صاحب نے اپنی بیٹی کا مہر یہ رکھا کہ "اسے قرآن اور حدیث سکھادیں"۔ اہلیہ کی وفات کے بعد دوسری شادی محترم مولانا احمد خان صاحب نسیم کی ہمشیرہ بیگم جی کے ساتھ ہوئی۔ آپؓ کی طرح انہیں بھی قرآن کریم سے عشق تھا اور انہوں نے محلّہ کے سینکڑوں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی اولاد نہیں تھی۔

حضرت مولوی صاحبؓ مالی قربانی کی ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحریک جدید کے دور اوّل کے مجاہدین میں شامل تھے۔ جب ریٹائرڈ ہوئے تو پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ایک ہزار روپیہ ملی۔ اُس میں سے پانچ سو اہلیہ کو دیدیئے کہ یہ تمہارا حصہ ہے۔ اور بقیہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش کردی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی آپؓ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ جب ۲۷؍اپریل ۱۹۵۶ء کو آپؓ کی وفات ہوئی تو حضورؓ ربوہ میں موجود نہ تھے۔ چنانچہ اطلاع ہونے پر حضورؓ نے بذریعہ تار تعزیتی پیغام بھجوایا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

ماہنامہ "مصباح" جون ۹۹ء میں محترم ابوالمنیر نورالحق صاحب کی یاد میں مکرم عبدالغفور عبدل صاحب کی ایک نظم سے تین اشعار پیش ہیں:

زندگی تھی آپ کی از بس سراپا انکسار
انکساری ہی تھی زینہ، منزلِ مقصود کا
سادگی، کامل یقیں، حُسنِ عمل، کسبِ کمال
سیدھا سادہ راستہ تھا، فوز کا، بہبود کا
تین ادوارِ خلافت میں رہا خدمت گذار
مہرباں اس پر خدا تھا عالمِ موجود کا

امام محمد ابن حبانؒ

چوتھی صدی کے مشہور محدث ابن حبانؒ کی کنیت ابوحاتم ہے۔ نسائیؒ کے بھی شاگرد ہیں اور اپنے وطن خراسان سے مصر تک سفر کرکے ہزاروں علماء سے فیض حاصل کیا۔ علم حدیث کے علاوہ فقہ، لغت و طب اور نجوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ بہت سے علماء نے آپؒ کی شاگردی اختیار کی۔

آپؒ بہت عرصہ سمرقند میں قاضی کے عہدہ پر فائز رہے اور فقہ و حدیث کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ آپؒ نے بہت سی کتب تصنیف کیں جو نہایت قدر سے دیکھی جاتی ہیں۔ تاہم بعض ظاہر پرستوں نے آپؒ کو ملحد اور زندیق بھی قرار دیا اور بادشاہ سے شکایت بھی کی گئی تو خلیفہ نے تحقیق کی اور پھر قتل کا حکم بھی دیدیا۔ لیکن بعض محدثین نے آپؒ کے حق میں بیان دیئے۔ بہرحال آپؒ سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

امام ابن حبانؒ کی وفات ۳۵۷ھ میں قریباً اسّی سال کی عمر میں ہوئی۔ آپؒ کے بارہ میں یہ مختصر مضمون روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم جولائی ۹۹ء میں مکرم محمد احمد صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

تین کاریں

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵؍جون ۹۹ء میں مکرم چودھری شبیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۱ء میں میرے ایک ماموں میر فضل الدین صاحب اپنی ملازمت سے فارغ ہو کر ربوہ آئے۔ وہ موٹر مکینک تھے اور قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ کے ڈرائیور رہ چکے تھے۔ انہوں نے ربوہ میں مستقل رہائش کے خیال سے یہاں ایک موٹر ورکشاپ کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا اور حضورؓ سے مشورہ کی درخواست کی۔ حضورؓ نے فرمایا: "یہاں ایک کار میری ہے، ایک تحریک جدید کی اور ایک صدر انجمن کی ہے، اگر ان تین کاروں پر ورکشاپ کھل سکتا ہے تو کھول لیں"۔

پس آج ربوہ کی سڑکوں پر رواں دواں سینکڑوں کاریں دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس بستی پر کتنا فضل فرمایا ہے اور کس کس طرح نوازا ہے۔

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission

20/03/2000 – 26/03/2000

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Monday 20th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Corner: Class No.58, Part 2 ®
01.15 Liqa Ma'al Arab: Session No.274 ®
02.20 Speech:To mark Masih Maud Day By Sayyed Shamshad A. Nasir Sahib
03.00 Urdu Class: Lesson No.228 ®
04.15 Learning Chinese: Lesson No.159
04.55 Mulaqat With Young Lajna ®
06.05 Tilawat, News
06.40 Children's Corner: Kudak No.8
07.00 Dars ul Quran(1995):No.24
08.35 Liqaa Ma'al Arab: Session No.274 ®
09.50 Urdu Class: Lesson No.228 ®
10.55 Indonesian Service: Friday Sermon
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Norwegian: Lesson No.56
13.10 Rencontre Avec Les Francophones(New)
14.20 Bengali Service
15.20 Homeopathy Class: Lesson No.104
16.25 Childrens Class: Lesson No.59, Part 1
16.55 German Service
18.05 Tilawat,
18.20 Urdu Class: Lesson No.229
19.35 Liqaa Ma'al Arab: Session No.275
20.35 Turkish Programme: Discussion
21.05 Rencontre Avec Les Francophones ®
22.05 Speech: To Mark Masih Maud Day
22.30 Homeopathy Class: Lesson No.104 ®
23.35 Learning Norwegian: Lesson No.56 ®

Tuesday 21st March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Class: Lesson No.59, Part 1 ®
01.10 Liqaa Ma'al Arab: Session No.275 ®
02.15 MTA Sports: Kabaddi Semi Final
03.05 Urdu Class: Lesson No.229 ®
04.25 Learning Norwegian: Lesson No.56 ®
04.55 Rencontre Avec Les Francophones ®
06.05 Tilawat, News
06.30 Children's Class: Lesson No.59, Part 1 ®
07.05 Pushto Programme: F/S Rec.09.10.98 With Pushto Translation
08.05 MTA Variety: Speech ®
08.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.275 ®
09.50 Urdu Class: Lesson No.229 ®
11.05 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Swedish: Lesson No.41
13.00 Bengali Mulaqat (New): Rec.14.03.00
14.05 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.75
16.05 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No.20
16.55 German Service
18.05 Tilawat, Seerat un Nabi (saw)
18.25 Urdu Class: Lesson No.230
19.35 Liqaa Ma'al Arab: Session No.276
20.35 MTA Norway: Eid Special
20.55 Bengali Mulaqat ®
21.55 Speech: To mark Masih Maud Day
22.30 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.75
23.35 Learning Swedish: Lesson No.41 ®

Wednesday 22nd March 2000

00.05 Tilawat, MTA News
00.40 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No.20 ®
01.00 Liqaa Ma'al Arab: Session No.276 ®
02.00 Bengali Mulaqat ®
03.05 Urdu Class: Lesson No.230 ®
04.25 Learning Swedish: Lesson No.41 ®
04.55 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.75
06.05 Tilawat, News
06.35 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No.20 ®
07.05 Swahili Programme: Muzakhra
08.15 Speech: To mark Masih Maud Day ® By Nasir Ahmad Qamar Sahib
08.45 Liqaa Ma'al Arab: Session No.276 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.230
11.05 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Urdu(New): Lesson No.1
13.05 Atfal Mulaqat(new): Rec.15.03.00
14.00 Bengali Service
15.05 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.76
16.10 Children's Corner: Masih Maud Day
16.55 German Service
18.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat
18.25 Urdu Class: Lesson No.231
19.30 Liqa Ma'al Arab: Session No.277
20.30 MTA France: Quiz No.8
20.55 Atfal Mulaqat: ®
21.55 Speech: To mark Masih Maud Day By Hafiz Abdul Hayee Sahib
22.20 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.76
23.25 Learning Urdu: Lesson No.1 ®

Thursday 23rd March 2000

00.05 Tilawat, News
00.30 Children's Corner: Masih Maud Day ®
01.10 Liqaa Ma'al Arab: Session No.277 ®
02.10 Atfal Mulaqat: ®
03.10 Urdu Class: Lesson No.231 ®
04.25 Learning Urdu: Lesson No.1 ®
04.55 Tarjumatul Quran Class: Lesson No.76
06.05 Tilawat, News
06.40 Children's Corner: Masih Maud Day ®
07.15 Sindhi Programme: F/S Rec.16.01.99 With Sindhi Translation
08.15 Speech: To mark Masih Maud Day ®
08.45 Liqaa Ma'al Arab: Session No.277 ®
09.45 Urdu Class: Lesson No.231 ®
11.00 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Arabic: Lesson No.35
12.50 Liqaa Ma'al Arab(New): Rec.16.03.00
13.50 Bengali Service: F/S Rec.17.05.91 With Bangla Translation
15.00 Homeopathy Class: Lesson No.105
16.05 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No. 21, MTA Pakistan
16.55 German Service
18.05 Tilawat
18.10 Urdu Class: Lesson No232
19.30 Liqaa Ma'al Arab(New): ®
20.30 MTA Lifestyle: Al Maidah
21.45 Mushaira: Shane Hadhrat Masih Maud
22.45 MTA Special: Hadhrat Masih Maud as
22.40 Homeopathy Class: Lesson No.104 ®
23.40 Learning Arabic: Lesson No.35 ®

Friday 24th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No.21 ®
00.55 Liqa Ma'al Arab: (new) ®
01.55 Moshaira: Shan e Masih Maud (AS) ®
03.05 MTA Lifestyle: Al Maidah ®
03.25 Urdu Class: Lesson No.232 ®
04.40 Learning Arabic: Lesson No.35 ®
04.55 Homeopathy Class: Lesson No.105 ®
06.05 Tilawat, News
06.06 Children's Corner: Yassernal Quran Class, Lesson No.21 ®
06.50 Seerat Hadhrat Masih Maud (AS) By Maulana Dost Mohammad Shahid Sb
07.35 Siraiky Programme: F/S Rec.12.03.99 With Siraiky Translation
08.40 Liqa Ma'al Arab(new): ®
09.45 Urdu Class: Lesson No.232 ®
10.55 Indonesian Service: Dars Hadith, Nazm,..
11.30 Bengali Service: Lajna Quiz,...
12.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.50 Nazm, Darood Shareef
13.00 Friday Sermon LIVE
14.00 Documentary: Forts of Jehlam
14.20 Majlis e Irfan: With Huzoor
15.20 Friday Sermon ®
16.25 Children's Corner: Class No.15 Produced by MTA Canada
16.55 German Service: Various Items
18.05 Tilawat, Dars ul Hadith
18.30 Urdu Class: Lesson No. 233
19.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.278 Rec:29.04.97
20.45 MTA Belgium: Children's Class, No.25
21.20 Documentary:Forts of Jehlam ®
21.40 Friday Sermon ®
22.50 Majlis e Irfan ®

Saturday 25th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.35 Children's Corner: Class No.15 Produced by MTA Canada
01.05 Liqa Ma'al Arab: Session No.278 ®
02.15 Friday Sermon ®
03.20 Urdu Class: Lesson No.233
04.25 Computers for Everyone: Part 41
04.55 Majlis e Irfan ®
06.05 Tilawat, Preview, News
06.50 Children's Corner: Class No.15 ® Produced by MTA Canada
07.35 MTA Mauritius: Special Programme Topic: Life of Hadhrat Masih Maud (AS)
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No.278 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.233 ®
11.00 Indonesian Service
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Danish: Lesson No.19
13.05 German Mulaqat(new):Rec.18.03.00
14.05 Bengali Service: Various Items
15.10 Children's Class: With Huzoor (New) Rec:25.03.00
16.10 Quiz: Khutabat e Imam
17.00 German Service: Various Items
18.05 Tilawat, Preview
18.30 Urdu Class: Lesson No.234 Rec:14.12.96
19.40 Liqa Ma'al Arab: Session No.279 Rec:30.04.97
20.50 Arabic Programme: Various Items
21.20 Children's Class (New): ®
22.20 MTA Variety: entertainment programme
22.45 German Mulaqat(New): ®

Sunday 26th March 2000

00.05 Tilawat, News
00.45 Quiz Khutbat e Imam
01.10 Liqa Ma'al Arab: Session No.279 ®
02.10 Canadian Horizons: Children's Class, Hosted by Naseem Mehdi Sahib
03.15 Urdu Class: Lesson No.234 ®
04.25 Learning Danish: Lesson No.19 ®
04.50 Children's Class(new): ®
06.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
07.05 Quiz Khutabat e Imam ®
07.25 German Mulaqat: ®
08.25 MTA Variety:Entainment ®
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No.279 ®
09.55 Urdu Class: Lesson No.234 ®
10.55 Indonesian Hour
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Chinese: Lesson No.159 With Usman Chou Sahib
13.10 Mulaqat(new):with Young Lajna Rec.19.03.00
14.10 Bengali Service
15.10 Friday Sermon ®
16.25 Childrens Class: Lesson No 59, Final Part Rec:13.04.96
16.55 German Service
18.05 Tilawat, Seerat un Nabi
18.20 Urdu Class: Lesson No.235 Rec:15.12.96
19.35 Liqa Ma'al Arab: Session No.280 Rec:06.07.97
20.35 Bosnian Programme: Answers to allegations against Ahmadies
21.05 Dars ul Quran: Lesson No.25 Rec: 02.03.95
22.55 Mulaqatwith Young Lajna ®

Translations for Huzoor's Programmes are available on the following Audio frequencies:
English: 7.02 mhz, Arabic: 7.20 mhz, Bengali: 7.38 mhz, French: 7.56 mhz, German: 7.74 mhz, Indonesian/Russian: 7.92 mhz, Turkish: 8.10 mhz,
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8870 8517
Fax: (020) 8875 0249
Vol. 7 Friday, March 17, 2000 Issue No. 11

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

حقیقی عید کا وجد آفریں تصور

سیدنا محمود المصلح الموعودؓ نے ۲؍اگست ۱۹۱۶ء کو عید گاہ قادیان میں عید الفطر کا ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حقیقی عید کا وجد آفریں تصور پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"دیکھو جب ایک جگہ ایک نقطۂ خیال کے چند آدمی جمع ہوتے ہیں تو کیسا سرور حاصل ہوتا ہے تو جس وقت وہ عظیم الشان اجتماع ہوگا جس کا کرنا تمہارے سپرد ہے اس وقت تمہیں کیسی لذت حاصل ہوگی۔ تم خیال کرو کہ جس وقت جو کلمہ تم پڑھتے ہو وہی کلمہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک پڑھا جائے گا' ہر بستی، ہر گاؤں، ہر شہر میں وہی آواز سنائی دے گی۔ چونکہ زمین گول ہے اس لئے ہر وقت اذانیں اور نمازیں ہی ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تمہیں کتنی لذت حاصل ہوگی۔ پھر جب تم یہ دیکھو گے کہ جس کلمہ، جس دین اور جس آواز پر تم لوگوں کو بلاتے ہو اسی آواز پر بے شمار لوگ بلانے والے ہونگے اور ہر شہر اور ہر بستی سے اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کی آواز آتی ہوگی۔ تمام دنیا میں رسول کریم ﷺ کو گالیاں نہیں دی جائیں گی بلکہ آپؐ پر درود بھیجا جائے گا۔ خدا کو برا بھلا کہنے والے نہیں ہونگے بلکہ اس کی محبت میں چور اور اس کے تعلق سے مسرور نظر آئیں گے۔ یہ خیال جو خوشی اور سرور پیدا کر سکتا ہے وہ اور کوئی نہیں پیدا کر سکتا۔ سب سے بڑی عید تو حج کی عید ہے مگر وہ بھی اس کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ باقی سب چھوٹی چھوٹی عیدیں ہیں اور یہ دراصل اس بڑی عید کا نشان اور اس کی یاد دلانے والی ہیں۔

پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ اس عید کے لئے کوشش کریں کیونکہ اس سے زیادہ لذت اور کسی خوشی میں نہیں ہے۔ آپ لوگ اپنے نفسوں پر غور کریں اور اس بات کے لئے تیار ہو جائیں کہ جہاں تک تمہاری طاقت اور ہمت ہے، خدا کے جلال، قدرت، شان، شوکت اور بڑائی کے ظاہر کرنے میں صرف کردو اور سب بھولے بھٹکوں کو ایک جگہ جمع کر کے لے آؤ۔ تم اس بات سے خوب واقف ہو کہ جب تم میں ایک نیا آدمی آکر ملتا ہے تو تمہیں کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ لیکن جب سارے کے سارے سعید فطرت لوگ تم میں شامل ہو جائیں گے تو اس وقت تمہاری خوشی کی کیا انتہا رہے گی۔

پس تم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ کی کوشش کرے اور جو کوئی عام تبلیغ نہیں کر سکتا وہ اپنے مال سے، اپنی جان سے، اپنی عزت سے، اپنی آبرو سے، اپنے اثر سے کام لے یہ سب چیزیں دین کے مقابلہ میں ہیچ ہیں"۔ الفضل ۱۲؍اگست ۱۹۱۶ء بحوالہ خطبات محمود حصہ اول صفحہ ۲۱ ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

عیدین سے بھی مبارک دن

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۲۸؍اگست ۱۹۰۴ء کو لاہور میں روح پرور خطاب:

"سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے۔ یہ دن بھی بڑا مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن ان کی توبہ منظور ہوئی تھی۔ اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں۔ ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں۔ ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور ان میں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے بھی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش، اور نہ اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پرواہ کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وہ بد اعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا دھویا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنم اور غضب الٰہی سے نجات دیدے۔ توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے اللہ تعالیٰ سے دور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اس کے فضل سے ان کے قرب ہوتا اور جہنم اور عذاب سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (البقرہ:۲۲۳)۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔......... احادیث اور کتب سابقہ سے یہی پتہ لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکل کر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہو اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اس کے قریب ہو، عذاب الٰہی اس کے کھا جانے کو تیار ہو کہ وہ یکایک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو بُعد اور ہجر کا موجب تھیں توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف آ جاوے وہ وقت خدا تعالیٰ کی خوشی کا ہوتا ہے اور آسمان پر ملائکہ بھی خوشی کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اس کے بندہ سے کوئی غلطی اور کمزوری ظاہر ہوئی ہے پھر بھی وہ توبہ کر کے امن میں داخل ہو۔ پس یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے بہت ہی مبارک دن ہے اور سب ایام سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کیا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ دن (جس میں تم میں سے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہوں گا) یوم توبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کے جس نے سچے دل سے توبہ کی ہے پچھلے گناہ بخش دئے گئے اور وہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لاَّ ذَنْبَ لَہٗ کے نیچے آ گیا۔ گویا کہہ سکتے ہیں کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اسکے لئے یہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے اور یہ توبہ نری لفظی توبہ ہی نہ ہو بلکہ عمل کے نیچے آ جاوے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ کسی کے گناہ بخش دئے جاویں بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے"۔

(الحکم ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ تا ۶)

حضرت مسیح موعودؑ اسلام کے مثالی خادم کی حیثیت سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قلم مبارک سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کے نام ۷؍اگست ۱۸۹۹ء کو ایک حقیقت افروز مکتوب تحریر فرمایا جس کے آغاز میں بتایا کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر آپ کو جو الہام ہوا اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے جو اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت مراد ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے تو صرف اس قدر مراد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اس قدر مراد ہے کہ خدا سے علم پاک کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا"۔ ان واضح تصریحات کے بعد حضورؑ نے فیصلہ کن انداز میں لکھا:

"اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے اور دنیا میں بھیجے گئے نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں۔ ہمیشہ شیاطین کی راہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہئے اور اسلام سے سچی محبت رکھنی چاہئے۔ اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کو پھیلانا چاہئے۔ اور یہی ہمارے آنے کی علت غائی ہے۔ اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ باتوں یا پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اس حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں، یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدائے تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس لئے ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن شریف نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفیٰ ﷺ کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا نبی ﷺ خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔

سو دین بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہئے اور

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔